213

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،15۔ جون 2011

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

سالانہ بجٹ بابت سال 2011-2012 پر عام بحث

215

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا ستائیسواں اجلاس

بدھ،15۔جون2011

(یوم الاربعاء،12۔رجب المرجب1432ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں صبح 10بج کر50منٹ پرزیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک وترجمہ قاری محمد علی قادری نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمO

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَـٰنِ ٱلرَّحِيمِO

إِنَّ فِي خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ
لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الۡاَلۡبَابِ ﴿۱۹۰﴾ الَّذِيۡنَ يَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ
قُعُوۡدًا وَّعَلٰى جُنُوۡبِهِمۡ وَيَتَفَكَّرُوۡنَ فِيۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ
رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبۡحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۱۹۱﴾
رَبَّنَاۤ اِنَّكَ مَنۡ تُدۡخِلِ النَّارَ فَقَدۡ اَخۡزَيۡتَهٗ وَمَا لِلظّٰلِمِيۡنَ
مِنۡ اَنۡصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيۡ لِلۡاِيۡمَانِ
اَنۡ اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ فَاٰمَنَّا رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَكَفِّرۡ
عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الۡاَبۡرَارِ ﴿۱۹۳﴾

سُوۡرَةُ آل عِمرَان آیات190 تا193

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں(190) جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) خدا کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے) ہیں کہ اے پروردگار تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا تو پاک ہے۔ تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیو(191) اے پروردگار جس کو تُو نے دوزخ میں ڈالا اُسے رُسوا کیا اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں(192) اے پروردگار ہم نے ایک ندا کرنے والے کو سُنا کہ ایمان کے لئے

پکار رہا تھا(یعنی)اپنے پروردگار پر ایمان لاؤ تو ہم ایمان لے آئے اے پروردگار ہمارے گناہ معاف فرما۔اور ہماری
بُرائیوں کو ہم سے محو کر اور ہم کو دنیا سے نیک بندوں کے ساتھ اُٹھا(193)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب محمد افضل نوشاہی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

جا زندگی مدینے سے جھونکے ہوا کے لا
شاید حضور ﷺ ہم سے خفا ہیں منا کے لا
کچھ ہم بھی اپنا چہرہ باطن سنوار لیں
ابوبکر سے کچھ آئینے عشق و وفا کے لا
دُنیا بہت ہی تنگ مسلماں پہ ہو گئی
فاروق کے زمانے کے نقشے اُٹھا کے لا
محروم کر دیا ہمیں جس سے نگاہ نے
عثمان سے وہ زاویے شرم و حیا کے لا
مغرب میں مارا مارا نہ پھر اے گدائے گل
ارے دروازہء علی سے یہ خیرات جا کے لا
باطل سے دب رہی ہے پھر اُمت رسول ﷺ کی
منظر ذرا حسین سے پھر کربلا کے لا

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

پوائنٹ آف آرڈر

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، راجہ صاحب!

وزیر قانون رانا ثناء اللہ خان کی جانب سے وفاقی وزیر قانون بابر اعوان کو واجب القتل قرار دینے پر حزب اختلاف کا احتجاج

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! کل لاء منسٹر صاحب نے سابق وفاقی لاء منسٹر کو واجب القتل قرار دیا ہے تو ہم اس کی پر زور مذمت کرتے ہیں اور ان کا جو شیطانی ذہن ہے اس پر ہم احتجاج کرتے ہیں۔ ہم ڈرنے والے نہیں ہیں۔ یہ ہمیں قتل کی دھمکیاں نہ دیں۔ یہاں پر کل چیف جسٹس صاحب نے کہا ہے کہ پنجاب خروٹ آباد بن گیا ہے۔ یہ پنجاب کو خروٹ آباد بنانا چاہتے ہیں، اپنے مخالفین پر قاتلانہ حملے کرا رہے ہیں اور مروا رہے ہیں۔ اب انھوں نے پاکستان پیپلز پارٹی کے رہنما بابر اعوان کے خلاف زبان استعمال کی ہے۔ ہم ان کو بتانا چاہتے ہیں کہ اگر بابر اعوان کو کچھ ہوا تو اس کا پرچہ ہم رانا ثناء اللہ اور میاں محمد شہباز شریف کے خلاف درج کرائیں گے۔ ان کے شیطانی ذہن کی عکاسی اس طرح بھی ہوتی ہے کہ جب یہ پیپلز پارٹی میں تھے اور اس کے بعد یہ لوٹا ہوئے۔۔۔

جناب سپیکر: راجہ صاحب! آپ ذرا الفاظ اچھے استعمال کریں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! جب یہ لوٹا ہوئے تو اس سے پہلے جو کچھ شریف فیملی کے بارے میں کہتے تھے مجھے اس وقت وہ الفاظ کہتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اگر آپ وہ پڑھیں تو آپ کا سر بھی شرم سے جھک جائے۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ شیطانی ذہن کو بند کریں، ہم صوبے میں مفاہمت کی سیاست چاہتے ہیں۔ ہم کسی جگہ جھگڑا کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہم یہاں کسی قسم کا انتشار پھیلانا نہیں چاہتے۔ ہم چاہتے ہیں کہ امن سے یہ اسمبلی چلے، ہم نے بائیکاٹ نہیں کیا اور بجٹ اجلاس میں بھی خاموشی اختیار کی تھی لیکن بار بار ان کی طرف سے صوبے میں انتشار پھیلانے کی کوشش کی جارہی ہے ہم یہ ہرگز برداشت نہیں کریں گے ہم اتنے کمزور نہیں ہیں کہ ان کی اس طرح کی زبان سنیں۔ کبھی یہ کہتے ہیں کہ "بونگیاں مار رہا ہے" کیا یہ خود بونگیاں نہیں مارتے؟ ان کو کسی کے بارے میں کچھ کہنے سے

پہلے جو کچھ یہ شریف فیملی کے متعلق کہتے رہے ہیں وہ اگر یہاں پر پڑھا جائے تو ان کو سمجھ آ جائے۔ انھوں نے جو کچھ ان کے بارے میں کہا ہے اگر ان کو ذرا سا بھی خیال ہو تو یہ اس اسمبلی سے استعفیٰ دیں۔ انھوں نے کہا تھا کہ مسلم کمرشل بنک کی خریداری میں 86 کروڑ روپے کا کمیشن میاں محمد نواز شریف نے کھایا ہے۔ یہ ان کے الفاظ ہیں۔ اس پر ان کے خلاف ایف آئی آر درج ہے۔ انھوں نے جو شریف فیملی کے بارے میں کہا ہے اگر اس کو پڑھا جائے تو سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ میں ان کو یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم آپ کی قتل کی دھمکیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ آپ پولیس مقابلہ کرائیں، آپ مجھے قتل کرائیں یا آپ بابر اعوان کو قتل کرائیں۔ ہم تو ضیاء الحق سے ڈرے ہیں، مشرف سے ڈرے ہیں اور نہ ہی آپ کی ان قتل کی دھمکیوں سے ڈریں گے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، بسراء صاحب!

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں بڑے ادب کے ساتھ گزارش کروں گا کہ پاکستان کے اندر جمہوریت بڑی قربانیوں کے بعد آئی ہے اور اس جمہوریت کے لئے شہید بی بی محترمہ بے نظیر بھٹو صاحبہ نے اپنی جان کی قربانی دی، بہت سارے کارکنان نے اس کے لئے جان کی قربانی دی۔ وزیر قانون نے جس طرح کی زبان استعمال کی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کا ایک مخصوص ایجنڈا ہے اور یہ جمہوریت کے خلاف سازش کر رہے ہیں تو یہ اس کا شاخسانہ ہے۔ آج سے تین دن پہلے میں نے ایک پریس کانفرنس کی تھی۔ میں نے اس میں یہ عرض کیا تھا کہ انھوں نے خواجہ حارث سکینڈل میں پنجاب بنک میں ان لوگوں سے بیانات دلوائے تھے۔ ان لوگوں کو gun point پر، میں یہ پوری تحقیق اور گارنٹی کے ساتھ بات کرتا ہوں، I would prove you the record کہ اسی لاء منسٹر نے جو کہ دہشت گرد تنظیموں کا سرغنہ ہے انھوں نے اس کو kidnap کرایا اور ڈاکٹر بابر اعوان کے متعلق بیان دلوایا گیا۔ اس کے بعد انھوں نے آج سے تین دن پہلے پریس کلب میں پریس کانفرنس کی اور انھوں نے کہا کہ یہ سارا کچھ میرے سے لاء منسٹر اور ان کی پنجاب کی ٹیم نے کرایا ہے۔

جناب سپیکر: دہشت گردی کے الفاظ ٹھیک نہیں ہیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! مجھے بات کر لینے دیں۔ جب ان کو کوئی آئینہ دکھاتا ہے تو یہ بُرا مان جاتے ہیں۔ جب سلمان تاثیر صاحب ان کے کالے کرتوت گنواتے تھے تو بھی یہ ان

کے خلاف یہی زبان استعمال کرتے تھے۔ ڈاکٹر بابر اعوان تین دن پہلے یہاں تشریف لائے تو انھوں نے کہا کہ مسلم لیگ (ن) قرض اتارو ملک سنوارو، مسلم لیگ (ن) bank reserves اور foreign reserves میں، بہرام ٹیکس سکینڈل میں، اب سستی روٹی میں 40۔ ارب روپے کا مال ہڑپ کر گئی ہے اور سیلاب زدگان کا مال رائیونڈ میں palace بنانے پر لگا دیا۔

جناب سپیکر: یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ مہربانی۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر: آپ اپنی تقریر میں بات کریں۔ یہ بات پوائنٹ آف آرڈر پر نہیں ہو سکتی۔ آپ کے لیڈر آف اپوزیشن نے باتیں کر لی ہیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! آپ کو یاد ہے کہ چھ مہینے قبل پنجاب کی تمام مذہبی جماعتوں نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ پنجاب کے دہشت گرد وزیر قانون سے استعفیٰ لیا جائے۔ میں اس forum پر کھڑا ہو کر کہتا ہوں کہ ان جیسے نورتن جن میں نثار علی خان اور رانا ثناء اللہ جو کہ قبضہ مافیا گروہ کا پنجاب کے اندر سربراہ ہے، میں ریکارڈ کے ساتھ کہتا ہوں کہ جو پولیس والوں سے monthly لیتا ہے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! بغیر ثبوت کے الزام لگانا غلط ہے۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ نے جو الفاظ کہے ہیں، بابر اعوان صاحب اس ہاؤس سے سینیٹر منتخب ہوئے ہیں ان کے متعلق جو کچھ رانا ثناء اللہ نے کہا ہے اس پر آپ کمیٹی تشکیل دیں یا انھیں کہیں کہ وہ معافی مانگیں۔ اس کے علاوہ ہم ہاؤس نہیں چلنے دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، یہ آپ کا استحقاق ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ document میرے ہاتھ میں ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! انہوں نے محترم ذوالفقار علی بھٹو کی پھانسی پر مٹھائی تقسیم کی تھی اب یہ کیسے کہتے ہیں کہ جمہوریت کے قاتل ہیں۔ بابر اعوان وہ شخص ہے جو عدالتوں کے نام پر پیسے کھاتا ہے۔ جس دن محترمہ بے نظیر بھٹو پر حملہ ہوا تھا بابر اعوان گاڑی لے کر بھاگ گیا تھا اس لئے بابر اعوان محترمہ بے نظیر بھٹو کے قتل میں ملوث ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! یہ کس کی بات کرتے ہیں جو عدالتوں کے نام پر پیسے کھاتا ہے اور آج یہ کہتے ہیں کہ ہم ہاؤس نہیں چلنے دیں گے۔ یہ بیشک کوشش کر لیں انشاء اللہ یہ ہاؤس چلے گا۔ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے جس طرح کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر: بسراء صاحب! دیکھیں، پلیز میری بات سنیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ مجھے بات کر لینے دیں۔

جناب سپیکر: بسراء صاحب! آپ میری بات سنیں۔ آپ اپنی باری پر بات کریں گے ورنہ میں ٹائم نہیں دوں گا۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں بالکل تقریر کروں گا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اِس کو بولنے کی تمیز ہی نہیں ہے کہ ہاؤس میں گفتگو کیسے کی جاتی ہے؟

جناب سپیکر: بسراء صاحب! جب آپ کی تقریر کی باری آئے گی اُس وقت بے شک آپ بات کر لیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں تو پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، اس پر پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو گا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ کوئی سیاسی جلسہ گاہ نہیں ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میری چھوٹی سی بات سُن لیں۔ یہ document جو میرے پاس ہے اس کا میں ریکارڈ پیش کرنا چاہتا ہوں اُس کے بعد میں بیٹھ جاؤں گا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): یہ ایک جعلی بھٹو اور جعلی لیڈر بننے کی کوشش کر رہا ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! کیا اِن جیسے لوگوں کی وجہ سے مسلم لیگ (ن) الیکشن لڑے گی؟

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! اِس کو لیڈر بننے کا پتا ہی نہیں ہے۔ اس کو یہ نہیں پتا کہ بابر اعوان کون ہے؟ یہ بابر اعوان کے ساتھی ہیں جو بے نظیر بھٹو کے قتل میں شامل ہیں۔ یہ اسمبلی کا floor ہے، بہاولنگر کا کوئی سیاسی اکھاڑا نہیں ہے۔

چودھری شوکت محمود بسراء(ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میرے پاس جو ریکارڈ ہے اسے مجھے یہاں پڑھنے اور پیش کرنے دیں۔

جناب سپیکر: منڈا صاحب! پلیز تشریف رکھیں۔ بسراء صاحب! آپ کس point پر اور کس طرح پڑھ سکتے ہیں؟ آپ اپنا پوائنٹ آف آرڈر ختم کریں۔ میں بالکل آپ کو اجازت نہیں دوں گا۔

چودھری شوکت محمود بسراء(ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں یہ ایف آئی آر پڑھنا چاہتا ہوں کیونکہ ہمارے لیڈر کے متعلق غلط زبان استعمال کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: نہیں، میں آپ کی ایسی بات نہیں سنوں گا۔ جب آپ کی تقریر کی باری آئے گی اُس میں جو مرضی کہہ لیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اقلیتی امور وانسانی حقوق (جناب خلیل طاہر سندھو): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اُسی رحمان ملک اور بابر اعوان کی وجہ سے جناب شہباز بھٹی کو دن دہاڑے اسلام آباد میں قتل کر دیا گیا۔

جناب سپیکر: نہیں، پلیز تشریف رکھیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے اقلیتی امور وانسانی حقوق (جناب خلیل طاہر سندھو): جناب سپیکر! اُسی شہباز بھٹی صاحب نے رحمان ملک اور بابر اعوان کو چار خط لکھے کہ مجھے بلٹ پروف گاڑی دی جائے کیونکہ میری جان کو خطرہ ہے۔ یہ شہباز بھٹی کو بلٹ پروف گاڑی نہیں دے سکے، اُس کو منسٹر بلاک میں گھر نہیں دے سکے اس لئے یہ قاتل ہیں۔ انہوں نے قاتلوں سے ہاتھ ملایا ہے۔ انہی کے دَور حکومت میں گورنر کو قتل کیا گیا۔ اِن کی وجہ سے ہی شہباز بھٹی اور گورنر گیا کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے شہباز بھٹی کو بلٹ پروف گاڑی اور منسٹر بلاک میں گھر نہیں دیا۔ آخر کار اُس نے اپنی جان دے دی۔ شہباز بھٹی کے وہ خطوط میں راجہ ریاض صاحب کو دکھانے کے لئے تیار ہوں جو شہباز بھٹی صاحب نے رحمان ملک صاحب کو لکھے تھے کہ مجھے بلٹ پروف گاڑی دی جائے لیکن گاڑی اور گھر نہ دیا گیا کیونکہ وہاں پر بابر اعوان صاحب کے پاس دو گھر ہیں اس لئے شہباز بھٹی صاحب کو کہا گیا کہ ہم آپ کو گھر نہیں دے سکتے۔

آخر کار اُس بے چارے کو اپنی جان دینی پڑی۔ یہ آج کس منہ سے بات کرتے ہیں کیونکہ اِن کے ہاتھ شہباز بھٹی کے خون اور محترمہ بے نظیر بھٹو شہید کے خون سے رنگے ہوئے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
"بی بی ہم شرمندہ ہیں، تیرے قاتل زندہ ہیں" کی نعرہ بازی)

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں یہ کالے کرتوت جو میاں صاحبان کے متعلق ہیں وہ بتانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: تمام ممبران تشریف رکھیں۔ دیکھیں، اگر آپ اس طرح کا کام کرتے ہیں تو میں اِس کو برداشت نہیں کروں گا۔ I tell you پلیز اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف لے جائیں۔ خبردار! اِدھر سے آگے cross نہیں کرنا۔ اس طرح آپ زیادتی کر رہے ہیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
"بی بی ہم شرمندہ ہیں، تیرے قاتل زندہ ہیں" کی نعرہ بازی)

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں تو اِن کی زبان سنانا چاہتا ہوں اسے سُن لیں۔ یہ کہتا ہے کہ وزیراعظم تو اس لائق ہی نہیں ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "No, No" کی آوازیں)

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! یہ ہمیں قتل کرنے کی دھمکیاں دیتے ہیں اور یہاں آپ ہمیں سنتے ہی نہیں ہیں۔ یہ کہاں کا انصاف ہے؟

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ جو میاں محمد نواز شریف کے بارے میں کہتا ہے وہ سُن لیں۔ اس ایف آئی آر کا نمبر بھی سن لیں۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں اور ایسی بات مت کریں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! رانا ثناء اللہ نے میاں محمد نواز شریف کے متعلق جو الفاظ استعمال کئے ہوئے ہیں وہ سُن لیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے
"نعرہ بھٹو، جئے بھٹو اور بی بی تیرے خون سے انقلاب آئے گا" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: معزز ممبران! پلیز اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں اور ہاؤس کو چلنے دیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران پاکستان پیپلز پارٹی کی طرف سے
"بی بی ہم شرمندہ ہیں، ضیاء کے بچے زندہ ہیں" کی نعرہ بازی)
(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
"بی بی ہم شرمندہ ہیں، تیرے قاتل زندہ ہیں" کی نعرہ بازی)

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! ایف آئی آر کا نمبر سُن لیں۔ ایف آئی آر کا نمبر 396 ہے جس میں یہ کہتے ہیں کہ میاں محمد نواز شریف۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "میاں محمد نواز شریف، زندہ باد" کی نعرہ بازی)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ معزز ممبران اسمبلی اپنی اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے
"اج تے ہو گئی بھٹو بھٹو، نعرہ بھٹو۔ جیئے بھٹو" کی نعرہ بازی)
(شور وغل)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے "بی بی ہم شرمندہ ہیں۔
تیرے قاتل زندہ ہیں، بی بی ہم شرمندہ ہیں۔ رحمن ملک زندہ ہیں، بی بی ہم شرمندہ ہیں۔
بابر اعوان زندہ ہیں، سالا مارا، بیوی ماری۔ ہائے زرداری ہائے زرداری اور حاجی چور" کی نعرہ بازی)
(شور وغل)

جناب سپیکر: میری معزز ممبران سے گزارش ہے کہ وہ اپنی اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں اور بات سمجھنے کی کوشش کریں۔ آرڈر پلیز۔ مجھے اجلاس کی کارروائی چلانے دیں۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے
"بی بی ہم شرمندہ ہیں۔ ضیاء کے بچے زندہ ہیں اور جیئے بھٹو" کی نعرہ بازی)
(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
"سالا مارا، بیوی ماری۔ اب ہے راجہ کی باری" کی نعرہ بازی)
(شور وغل)

جناب سپیکر: اجلاس ایک گھنٹہ کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر ایوان کی کارروائی ایک گھنٹہ کے لئے ملتوی کی گئی)

(اس مرحلہ پر ایک گھنٹہ کی کارروائی ملتوی کرنے کے وقفہ کے بعد
جناب سپیکر 12 بج کر 57 منٹ پر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: راجہ ریاض صاحب آ رہے ہیں، کہیں زیادہ دُور تو نہیں ہیں؟

سردار اطہر حسن خان گورچانی: جناب سپیکر! وہ ابھی آ رہے ہیں۔ مہربانی کریں اُن کا انتظار کر لیں۔

تحاریک استحقاق

(کوئی تحریک پیش نہ ہوئی)

جناب سپیکر: ہم اتنی دیر میں تحاریک استحقاق take up کر لیتے ہیں۔ تحریک استحقاق نمبر 14 چودھری محمد ارشد صاحب کی ہے۔ موجود نہیں ہیں تو پھر اسے dispose of کر دیا جائے؟

معزز ممبران: pending کر دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، رانا صاحب! یہ تحریک استحقاق move ہو چکی ہے لیکن چودھری ارشد صاحب موجود نہیں ہیں۔ اسے پھر pending کر دیتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! معزز ممبر بھی موجود نہیں ہیں اور اس تحریک استحقاق کا جواب بھی مجھے موصول نہیں ہوا لہذا آپ اسے pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: جی، یہ تحریک استحقاق pending کی جاتی ہے۔ تحاریک استحقاق اب ختم ہو چکی ہیں۔ سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر بحث کا آغاز مورخہ 13۔ جون 2011 کو ہوا تھا جس پر آج بھی بحث جاری رہے گی۔ جو ممبران اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں اور اپنے نام نہیں بھجوا سکے وہ اپنے نام سیکرٹری کو بھجوا دیں۔ اب میجر (ر) ذوالفقار گوندل صاحب تقریر کا آغاز کریں گے۔

میجر (ر) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! ابھی آپ کے چیمبر میں کچھ باتیں طے پائی تھیں اور قائد حزب اختلاف بھی تشریف لے آئے ہیں تو پہلے وہ مسائل حل ہو جائیں اور ایوان کا ٹمپریچر بھی کچھ ٹھیک ہو جائے تو اس کے بعد میں تقریر شروع کروں گا۔

جناب سپیکر: اللہ خیر کرے گا۔ رانا صاحب! اصل میں بات یہ ہے کہ ہمارا اجلاس اس وقت ملتوی کیا گیا تھا اور میرے چیمبر میں بیٹھ کر آپس میں جو معاملات طے ہوئے ہیں تو کچھ دوستوں کی دل آزاری ہوئی ہے تو میں آپ سے یہی کہوں گا کہ ان کی دل آزاری کو ختم کیا جائے۔

پوائنٹ آف آرڈر

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون رانا ثناء اللہ خان کی جانب سے وفاقی وزیر قانون بابر اعوان کو واجب القتل قرار دینے پر حزب اختلاف کا احتجاج

(۔۔۔جاری)

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! آپ کے چیمبر میں قائد حزب اختلاف اور اپوزیشن کے دوسرے ممبران تشریف فرما تھے جن سے آپ کی موجودگی میں بات ہوئی ہے۔ قائد حزب اختلاف کا یہ خدشہ کہ میری طرف سے کسی بھی فرد کو، کیونکہ یہ بات ایوان کے اندر نہیں ہوئی اس لئے میں کسی کا نام mention نہیں کر رہا تو کسی بھی شخص کو قتل کی دھمکی دی گئی ہے۔ میں نے آپ کی موجودگی میں بھی اس بات کو clear کیا ہے کہ میں نے ایک typical مخصوص کریکٹر کو جو وکلاء برادری میں ہے اور وکلاء برادری کی جو رائے ہے اس رائے کو refer کیا تھا اور باقی یہ بات کہ کسی بھی سیاسی مخالف سے متعلق میرا، میری جماعت یا میری جماعت کے کسی بھی ممبر کا اس قسم کا ارادہ ہو کہ اسے جانی یا مالی نقصان پہنچایا جائے میں سمجھتا ہوں کہ یہ قطعی طور پر غلط ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)
اگر کسی دوست کی اس impression کی وجہ سے دل آزاری ہوئی ہے تو میں اس بات کو clear کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے چیمبر میں بھی قائد حزب اختلاف سے on record بات کی کہ اس سے پہلے جو ایک واقعہ یہاں پر ہوا۔ یہ معزز ایوان on record ہے کہ ہم نے گورنر سلمان تاثیر (مرحوم) کے قتل کی مذمت on the floor of the House کی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں یہ بات on record کہتا ہوں کہ یہ ہمت اور یہ توفیق صرف اور صرف اس معزز ایوان کو نصیب ہوئی کہ انہوں نے اس قتل کی واضح الفاظ میں مذمت کی۔ باقی میرے بھائی قائد حزب اختلاف اس بات کے گواہ ہیں کہ اس ملک میں باقی بھی معزز ایوان ہیں اور سارے ہی معزز ایوان ہیں کوئی بھی کم نہیں ہے لیکن کسی جگہ پر بھی اس قسم کی قرارداد پاس نہیں ہوئی۔ ہم جمہوری لوگ ہیں،

ٹھیک ہے اگر کوئی اینٹ مارے تو اس کا جواب پتھر سے ضرور دیتے ہیں لیکن ہم اس قسم کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے کہ اپنے کسی سیاسی مخالف کو کسی قسم کا نقصان پہنچائیں۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: راجہ ریاض صاحب!

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): شکریہ۔ جناب سپیکر! جس طرح لاء منسٹر نے کہا ہے اور ہم بھی یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک میں جمہوریت چلنی چاہئے، یہ ادارے بھی چلنے چاہئیں اور ہم نے ہمیشہ تعاون کیا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ بجٹ تقریر کے دوران بھی ہم نے مکمل خاموشی اختیار رکھی اور ہمارا اس چیز پر یقین ہے کہ اگر یہ ادارے چلیں گے تو ملک مضبوط ہو گا اور عوام کے مسائل حل ہوں گے اس لئے ہم نے پہلے بھی تعاون کیا ہے اور اب بھی ہم اپنا تعاون جاری رکھیں گے۔ لاء منسٹر صاحب نے اپنی طرف سے جو وضاحت کی ہے تو اس کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ اس مسئلے پر مزید بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: شاباش۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): اس کے بعد وزیراعلیٰ صاحب سے بھی ابھی میری ملاقات ہوئی تھی تو انہوں نے بھی یقین دلایا ہے کہ اس قسم کی دوبارہ بات ہماری طرف سے نہیں ہو گی اور آپ کو شکایت نہیں آئے گی۔ اس چیز پر ہماری سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کی موجودگی میں بھی وزیراعلیٰ صاحب سے بات ہوئی کہ ایک دوسرے کی قیادت کا احترام کریں گے۔ پہلے بھی ہم کرتے ہیں اور آئندہ بھی کریں گے لیکن ایک چیز کی میں وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی یہ سمجھے کہ اپوزیشن کمزور ہے یا کوئی یہ سمجھے کہ ہم ان کی پگڑی اچھالیں گے تو پھر وہ بچ جائیں گے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو گا، ہم عزت ضرور کریں گے لیکن اس کی جو ہماری عزت کرے گا۔ جو ہماری عزت نہیں کرے گا تو پھر آج جو اسے جواب ملا ہے، اس کی وہ توقع رکھے۔ ہماری طرف سے بھرپور تعاون ہے اور انشاء اللہ رہے گا۔ شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: اب میں دونوں sides کو ہی شاباش دیتے ہوئے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

سینئر مشیر برائے وزیراعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

سینئر مشیر برائے وزیر اعلیٰ (سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ): شکریہ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت چاہوں گا جو ایک مسئلہ ایوان میں اٹھا اور اس پر خاصا ہنگامہ ہوا جو کہ ہم سب کے لئے باعث شرمندگی ہے۔ چاہے وہ حکومتی یا اپوزیشن بنچوں سے ہوں کیونکہ ہم اس معزز ایوان کے ایک جیسے ممبر ہیں اور ہم نے کچھ ایسی روایات پیدا کر دی ہیں جو ماضی میں کم از کم میرے دیکھنے میں نہیں آئیں۔ مجھے بھی بعض بیانات پر غصہ آتا ہے جب میری قیادت کے بارے میں کچھ ایسے الفاظ کہے جاتے ہیں لیکن میں آپ کے سامنے ہوں کہ میں کبھی نہیں بولا اور اپنے جذبات پر قابو رکھا۔ یہ اللہ کا شکر ہے کہ آج تک پرنٹ یا الیکٹرانک میڈیا نے میرے بارے میں کبھی ایسے بیانات نہیں شائع کئے کہ میں نے ان کی قیادت پر کوئی ذاتی attack کیا ہو۔ یہاں ایوان میں بھی ایک دوسرے پر attack کئے جاتے ہیں اور غلط زبان بھی استعمال کی جاتی ہے جو کہ اس ایوان کی روایت نہیں تھی۔ مجھے بہت دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ایک دن میں اسمبلی میں یہاں بیٹھا ہوا تھا اور سگریٹ پینے کے لئے اس طرف نکلا کیونکہ میں اس زمانے میں سگریٹ پیتا تھا اور تین، چار، پانچ مجھ سے سینئر، میں اس وقت بہت جونیئر ہوتا تھا اور وہ دیہات کے ماحول کے تھے جنہوں نے بڑے بڑے پگڑ باندھے ہوئے تھے اور شلوار کی بجائے چادر باندھی ہوئی تھی اور سگریٹ بھی ایسے پی رہے تھے جیسے حقے کا سُوٹہ لگاتے ہیں اس اسمبلی کے بارے میں وہ کہہ رہے تھے کہ "اے وی کوئی اسمبلی اے۔ اسیں فلانی اسمبلی ویکھی، اسیں فلانی اسمبلی ویکھی اے" میں حیران تھا کہ جس اسمبلی کو وہ criticize کر رہے تھے اس میں کوئی ایسا ماحول نہیں ہوتا تھا جو میں آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ہمیں اس ہاؤس کا تو احترام کرنا چاہئے، ہمیں ایک دوسرے کا بھی احترام کرنا چاہئے اور ہمیں ایسے الفاظ نہیں استعمال کرنے چاہئیں جن سے کسی کی دل آزاری ہو۔ میں اپیل کرتا ہوں اور ذمہ داری کے ساتھ یقین دلاتا ہوں کہ حکومتی بنچوں کی طرف سے ان کی قیادت کے بارے میں اور نہ ہاؤس کے کسی ممبران کے بارے میں کوئی غلط الفاظ استعمال کئے جائیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

میں یہی درخواست آپ کی وساطت سے لیڈر آف دی اپوزیشن کو کروں گا جو ہمارے ساتھی ہیں اور ہم ایک کیبنٹ میں رہے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ سیاسی فیصلے ہوتے رہتے ہیں اور آج وہ لیڈر آف دی اپوزیشن ہیں۔ وہ بھی اپنے اپوزیشن بنچوں کی طرف سے یہی فیصلہ کروائیں کہ کسی کے بارے میں، قیادت تو چھوڑیئے وہ اس ہاؤس میں ہے ہی نہیں لیکن آپس میں بھی کسی پر attack نہ کیا جائے۔ ہاں، ہماری

پالیسی پر آپ دس دفعہ attack کریں، ہمارے فیصلوں پر دس دفعہ attack کریں۔اس کا جواب دینا ہمارا حق ہو گا لیکن ذاتیات پر نہیں آنا چاہئے۔ خدارا ہم قوم کو کیا پیغام دے رہے ہیں؟ چار سال ہونے کو ہیں اور آج تک ہم اس ہاؤس کو صلح اور محبت کے ماحول میں چلا نہیں سکے۔ ہم یہی پیغام دے رہے ہیں، کیا اسی لئے ہمیں لوگ اس ہاؤس میں elect کر کے بھیجتے ہیں؟ ہم بہت بُرا پیغام دے رہے ہیں ان لوگوں کو جنہوں نے ہمیں یہاں elect کر کے بھیجا اور ہمارے میڈیا کے جو ساتھی بیٹھے ہیں ہم ان کے لئے ایسا مواد پیدا کر رہے ہیں جو پہلے کبھی نظر نہیں آتا تھا۔ آپ خود اور آپ سے پہلے آپ کے والد مرحوم و مغفور اس ہاؤس کے میرے خیال میں آٹھ نو دفعہ ممبر رہے ہیں لیکن ایسا ماحول کبھی بھی نہیں دیکھا۔ میں آپ کی وساطت سے سارے ہاؤس سے اپیل کرتا ہوں کہ براہِ مہربانی اس ہاؤس کا احترام کریں۔ اگر میرا احترام نہ کریں تو وہ اور بات ہے، میرے ساتھ باہر ٹکر لیں لیکن اس ہاؤس میں تو ہم ایک دوسرے کا احترام کریں۔ بہت شکریہ۔(نعرہ ہائے تحسین)

چودھری ظہیر الدین خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! یہ ایک نہایت ہی خوش آئند بات ہے کہ ایک مسئلے پر اختلاف ہوا، آپ کی قیادت و صدارت میں اکٹھے ہونے کے بعد یہ مسئلہ احسن طریقے سے ختم ہوا اور سارا ہاؤس یہاں پر بیٹھا ہے۔ ابھی ہمارے سینئر ممبر سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب نے جو باتیں کی ہیں ہم ان سے بالکل متفق ہیں اور یہ حقیقت ہے کہ یہ ایوان وہ بلڈنگ ہے جو سنجیدہ عمل کے لئے بنا ہوا ہے۔ یہاں آکر ہر بات کو سنجیدگی سے لیا جانا چاہئے۔ ایک دوسرے کی طرف اشارے کرنا وہ بھی یہاں کا رواج نہیں رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سردار صاحب کے بیان میں سب سے اہم بات یہ تھی کہ ہمیں اپنی قیادت کا نام لے کر بات نہیں کرنی چاہئے۔ بابر اعوان صاحب اُن کی قیادت میں شامل ہیں جس کی وجہ سے ان کی دل آزاری ہوئی تھی۔ یہ مسئلہ اب solve ہو گیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ آج کی جو spirit ہے اگر یہ prevail کرتی رہے تو وہ پیغام جو اس ہاؤس کے بارے میں گیا ہوا ہے کہ ہم جو لوگ یہاں پر منتخب ہو کر آئے ہیں یہ سنجیدہ نہیں ہیں تو آئندہ آنے والا جو سوا سال رہ گیا ہے اس عرصہ میں اگر اچھے طریقے سے چلا جائے کہ ہم نے یہاں سے اپنی عزت بحال کر کے جانا ہے۔ ہمارے ذمہ جو کام لگے ہیں ہم نے وہ کام کرنے ہیں اور جو ہمارے ذمہ کام نہیں لگے وہ ہم نے نہیں کرنے ہیں۔ شکریہ

جناب سپیکر: انہوں نے تو assurance اس بات کی کروا دی ہے اب لیڈر آف دی اپوزیشن بھی کروا دیں۔

قائد حزب اختلاف (راجہ ریاض احمد): جناب سپیکر! ہم نے پہلے بھی کہا ہے، یہاں پر فیصلہ ہوا ہے اور ہم پہلے بھی اس فیصلہ پر عمل کرتے ہیں کہ کسی کی قیادت پر اور کسی کی ذات پر attack نہیں کرنا۔ جس طرح سے سردار صاحب نے کہا ہے میں بھی اپوزیشن کی طرف سے یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ ہم تمام ممبران کا احترام کریں گے اور قیادت کا بھی احترام کریں گے کیونکہ ان اداروں کے لئے سب سے بڑی قربانی محترمہ بے نظیر بھٹو شہید نے دی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

انہوں نے ان اداروں کو چلانے کے لئے اپنے خون کی قربانی دی ہوئی ہے اس لئے ہم تو اپنا فرض سمجھتے ہیں، کسی اور پر یہ ذمہ داری ہو یا نہ ہو ہم پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم ان اداروں کو چلائیں اور انشاءاللہ اپوزیشن کی طرف سے ممبران اور قیادت کے احترام میں آپ کسی جگہ کمی نہیں دیکھیں گے۔

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ بابت سال 2011-12 پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: دونوں اطراف کا بہت شکریہ، بڑی مہربانی۔ اللہ کرے کہ ہمارا مستقبل روشن ہو اور آپ آپس میں ایک دوسرے کی عزت اسی طرح کرتے رہیں جس طرح آپ نے فرمایا ہے۔ اب ہم سرکاری کارروائی شروع کرتے ہیں۔ میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار گوندل صاحب اپنی تقریر شروع کریں۔ میں دونوں اطراف کو ایک بات کہتا ہوں وہ آپ سن لیں کہ جب کوئی صاحب تقریر فرما رہے ہوں تو تقریر کے درمیان interruption اِدھر سے ہونی چاہئے اور نہ اُدھر سے ہونی چاہئے۔ جی، گوندل صاحب!

(اذان ظہر)

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جئے بھٹو، جئے بے نظیر، جئے عوام۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ کے good office کے استعمال سے، آپ کی محنت سے اور آپ کی کاوش سے آج کے ماحول کو آپ نے دوبارہ اس قابل کیا ہے کہ اپوزیشن اور ہم مل کر اس

صوبے کی عوام کی بہتری کے لئے جو ہمارے اوپر ذمہ داریاں ہیں اس کو احسن طریقے سے سرانجام دے سکیں۔اس موقع پر میں سب سے پہلے تو کامران مائیکل کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں کہ شاید وہ پنجاب اسمبلی میں اقلیت کے پہلے ممبر ہیں جنہوں نے یہ بجٹ پڑھا۔ان کی کارکردگی اس لئے بھی قابل تحسین ہے کہ انہیں یہ بجٹ میرٹ پر پڑھنے کا موقع ملا کیونکہ انہوں نے ایک تقریری مقابلہ 90 شاہراہ قائداعظم پر جیتا۔جیسے میں کہتا ہوں کہ اس ملک میں ایک struggle جاری ہے،ایک جدوجہد جاری ہے جو اشرافیہ کے اندر ہے اور اس کا مقابلہ have notes کے ساتھ ہے، جو working class ہے ان کے ساتھ برسرپیکار ہے۔یہ اشرافیہ برداشت نہیں کرتی کہ minority کا کوئی ممبر، مڈل کلاس یا low middle کلاس کا کوئی ممبر صرف بجٹ پڑھنے کی ہی جسارت کر سکے۔ اگلے دن ہی پوسٹ بجٹ پریس کانفرنس میں ان سے یہ اعزاز چھیننے کی کوشش کی گئی جس کی ہم بہر حال مذمت کرتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ کامران مائیکل competent ہیں، ان کو permanent فنانس منسٹر بنانا چاہئے اور ان سے ہم اظہار ہمدردی کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! یہ ایک one man budget ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ موجودہ حکومت 1985 کے ضیاء مارشل لاء کا تسلسل ہے گو کہ جنرل ضیاء الحق اپنا جبڑا اسلام آباد میں چھوڑ کر دارِفانی کو جا چکے ہیں لیکن ان دوستوں کی صورت میں اس کی گورنمنٹ کا تسلسل،اس کی سوچ کا تسلسل،طالبان سے تعلقات کا تسلسل ابھی تک جاری ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت جو ضیاء مارشل لاء کی چھتری تلے شروع ہوئی تھی اس نے ابھی تک اپنا وتیرہ نہیں بدلا گو کہ وردی بدل گئی، سول کپڑوں میں آ گئے، بوسکی کے سوٹ اور ٹائی میں آ گئے لیکن اپنا روّیہ نہیں بدلا اور یہی وجہ ہے کہ اس معزز ہاؤس کے ممبران کو بجٹ کی تیاری میں بالکل اندھیرے میں رکھا گیا۔ میں اکثر یہ دیکھتا ہوں کہ یہاں پر جو زبان استعمال کی جا رہی ہے اور کہا جاتا ہے کہ یہ فنانس سیکرٹری کا بنایا ہوا بجٹ ہے، یہ P&D کے چیئرمین کا بنایا ہوا بجٹ ہے، میں ان کو کوئی دوش نہیں دیتا، میں ان سے اظہار ہمدردی کرتا ہوں کہ ان کو یہ بتا دیا تھا کہ آپ کو کسی احتساب کا ڈر نہیں ہے۔آپ نے running schemes یا جو غیر ترقیاتی اخراجات ہیں جن کے بغیر گزارہ نہیں ہے آپ نے صرف وہ workout کرنے ہیں باقی کے لئے کسی کی مجال نہیں ہے کہ آپ کسی کے لئے کوئی فنڈز allocate کریں یا کوئی میڈیکل کالج کے لئے فنڈز allocate کریں اور کسی کالج یا کسی سکول کے لئے فنڈز allocate کریں۔اسی صورت میں ہم یہ دیکھتے ہیں کہ تمام تر بجٹ blocked allocation میں رکھ دیا گیا ہے۔اس سلسلے میں، میں یہ کہتا چلوں کہ یہ وہی سوچ ہے جو

ضیاء کے مارشل لاء سے شروع ہوئی تھی اور وہ کسی احتساب کو نہیں جانتی۔ یہ وہ سوچ ہے جو کسی accountability کو نہیں مانتی لیکن یہ سمجھیں یا نہ سمجھیں ہم نے ان کو بتانا ہے کہ احتساب نام کی کوئی چیز ہے اور عدم احتساب کی موجودگی میں انہوں نے تمام ممبران کے حقوق چھینے ہیں، ان کو اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بہر حال ہم یہ کوشش کریں گے کہ آپ دوستوں کو روشنی کے اندر لایا جائے، آپ لوگوں کو اپنے حکمرانوں کی نیتوں سے آگاہ کیا جائے جو آپ کو وہ subordinate بنا کر رکھنا چاہتے ہیں، آپ کو وہ غلام بنا کر رکھنا چاہتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ آپ سیون کلب اور 90 شاہراہ، ان کے کیمپ آفس کے دورے کرتے رہیں تاکہ آپ ان کی منتیں کرتے رہیں اور آپ کو under thumps رکھا جائے کہ آپ کسی وقت اور خاص طور پر یونیفکیشن بلاک والے اگر واپس جانے کا سوچیں تو ہم ان کے فنڈز بند کریں۔

جناب سپیکر! میں یہ ایک عرض کرتا چلوں کہ گورنر رُول کے بعد آپ دوبارہ آئے اور ہم نے پھر آپ سے دست تعاون بڑھایا لیکن جب پیپلز پارٹی کو coalition government سے فارغ کیا گیا تو اس کے بعد آپ نے اس گورنمنٹ کی moral authority کھو دی۔ آپ کی executive authority تو برقرار رہی لیکن اخلاقی طور پر کمزور ہوئے ہیں۔ آپ کو یہ چاہئے تھا کہ آپ اس اسمبلی سے fresh vote of confidence حاصل کرتے تاکہ آپ کی moral authority دوبارہ قائم ہوتی لیکن آپ نے اس پر عمل نہیں کیا۔ ایک دفعہ بجٹ کے بارے میں مشتاق یوسفی صاحب نے کہا تھا کہ جھوٹ کی تین قسمیں ہوتی ہیں جھوٹ، سفید جھوٹ اور سرکاری اعداد و شمار۔ سرکاری اعداد و شمار پر بعد میں بات کریں گے لیکن اس گورنمنٹ کی moral authority arouse ہوئی ہے اس پر میں بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہاں پر ایک دفعہ (ن) لیگ یا یونیفکیشن بلاک کے لوگوں نے پی ایم ایل (ق) کے لوگوں کو یہ طعنہ دیا کہ آپ ایک زنانہ پارٹی کی حیثیت اختیار کر چکے ہیں لیکن میں پی ایم ایل (ق) کی معزز خواتین کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ یہ مردانہ وار اپنی جگہ پر ڈٹی رہیں اور مرد زنانہ وار گورنمنٹ میں شامل ہوئے۔ (قطع کلامیاں)

MR.SPEAKER: Please No Cross Talk. No interruption.

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! انہیں بول لینے دیں، I would welcome any interruption. اور ہمیں اس کا جواب دینا بھی آتا ہے۔

جناب سپیکر! ان مرد حضرات نے مردانگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لوٹا سازی کی فیکٹری میں اپنے آپ کو ڈالا اور ان کے بارے میں قصور کے ایک پنجابی شاعر نے کہا ہے اور معذرت کے ساتھ ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ اس شاعر نے تو کہا تھا کہ:

"اک ویلے دی بُھک دے بھا وِک گئے"

ان کی اجازت سے تھوڑی سی تبدیلی کی ہے۔ شاید وہ اس دنیا میں ہیں بھی یا نہیں ہیں؟

"اِک وزارت دی بُھک دے بھا وِک گئے"

وہ بھی ان بے چاروں کو ملی نہیں ہے۔

اِک وزارت دی بُھک دے بھا وِک گئے
تیرے سُفنے تے میرے چا وِک گئے
وِکدا میں وی جے کر مردا ناں
جُدوں میرے سامنے میرے بھرا وِک گئے
کیاں سمے دے سورج دی دُھپ جالی
کئی مخملاں بیٹھ وچھا وِک گئے
لوگ وِکے نئیں نیزے دی نُوک اُتے
ایتھے زمانے دے وڈے خُدا وِک گئے

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پاکستان مسلم لیگ (ن) ایک ایسے طبقے کی نمائندگی کرتی ہے جس کو سرمایہ دار بھی کہا جا سکتا ہے، جس میں جرائم پیشہ لوگ بھی شامل ہیں، جس میں قبضہ مافیا بھی شامل ہیں اور یہ اس کلاس کو represent کرتی ہے جس میں بڑے بڑے سرمایہ دار شامل ہیں، ان کا مقابلہ ہمیشہ working class کے ساتھ رہا ہے کیونکہ یہ سرمایہ داروں کی نمائندہ جماعت ہے تو ان سے یہ توقع رکھنا کہ سرمایہ داروں پر ٹیکس لگائیں گے، فیکٹری والوں پر ٹیکس لگائیں گے یا direct taxes جمع کریں گے تو ان سے اس قسم کا کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ یہ ان لوگوں پر depend کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی نمائندگی کرتے ہیں جن کو یہ مسلم کمرشل بنک بیچتے ہیں، جن کو یہ بڑی بڑی فیکٹریاں اونے پونے ریٹ پر بیچتے ہیں۔ یہ غریب پر تو ٹیکس لگانے کے لئے تیار پھرتے ہیں، indirect taxes کی بات کرتے ہیں لیکن شراب بنانے والی فیکٹریوں پر ٹیکس نظر نہیں آتا کیونکہ پنجاب میں تمام تر فیکٹریاں ان ruling

elite کی ملکیت ہیں، وہ اربوں روپے کھاتے ہیں اور اربوں روپے کماتے ہیں۔ اس کے بعد بھی وہ shelter less ہیں۔ وہ بھوکے، ننگے اور غریب ہیں میری ان سے یہ درخواست ہے کہ یہ ان بھوکے ننگے شراب فیکٹریوں کے مالکان کو پانچ مرلہ سکیم میں پانچ مرلہ کے پلاٹ الاٹ کئے جائیں۔

جناب سپیکر! اس اسمبلی کا tenure پانچ سال کے لئے رکھا گیا ہے اور پانچ سال اس لئے رکھا جاتا ہے کہ یہ گورنمنٹ یا کوئی بھی گورنمنٹ جو اس وقت حکومت میں ہو اپنی پالیسیوں کو تسلسل کے ساتھ چلا سکے۔ پاکستان مسلم لیگ (ن) کی خوش قسمتی ہے کہ ان کا یہ مسلسل تو نہیں لیکن وقفہ وقفہ سے سولہواں بجٹ ہے۔ انہوں نے 1985 سے لے کر 1990 تک بجٹ پیش کئے پھر 1991 سے لے کر 1993 تک بجٹ پیش کئے، پھر 1997 سے لے کر 1999 تک بجٹ پیش کئے۔۔۔ (شور و غل)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ جی، گوندل صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! یہ پی ایم ایل (ن) کا ایک شکل میں یا دوسری شکل میں سولہواں بجٹ ہے تو اس سولہویں بجٹ میں اگر آپ دیکھیں تو وہی حرکتیں جو انہوں نے 1985 میں کی تھیں اور پھر اگلے سال کہا تھا کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ 1985 میں جب محترم میاں محمد نواز شریف اس صوبے کے سربراہ تھے تو انہوں نے Basic Health Units بنائے وہاں پر روپیہ پانی کی طرح بہایا لیکن ان کا حشر کیا ہوا؟ اگلے پانچ سال بعد جب وہ دوبارہ وزیر اعلیٰ بنے تو اسی کو انہوں نے abandon کر دیا اور اب Basic Health Units کا concept متروک ہو چکا ہے۔ اس گورنمنٹ نے جب میاں صاحب وزیر اعظم تھے تو ییلو کیب سکیم پر اربوں روپیہ ڈبویا تھا اور بنکوں کو survive کروانے کے لئے گورنمنٹ کو اپنے پاس سے پیسے دینے پڑے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ وہی تجربہ دوبارہ اس ملک پر کیوں دہرانے جا رہے ہیں؟ کہا جاتا ہے کہ ہم گریجویٹس کو پیلی ٹیکسی دیں گے۔ پہلے اس اسمبلی میں تو دیکھیں کہ گریجویٹس ہی نہیں ملتے۔ یہاں جعلی ڈگریوں والے یونیفکیشن بلاک میں بیٹھے ہوئے ہیں تو اب آپ ٹیکسی ڈرائیوروں کے لئے مزید جعلی ڈگریاں بنوانا چاہتے ہیں کہ وہ جعلی ڈگریاں بنا کر آپ سے چار چار، پانچ پانچ لاکھ کی ٹیکسیاں لیں، اس فراڈ قسم کی سکیم کو ختم ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر! آج جس طرح مسئلہ بنایا گیا بعد میں اگر خدانخواستہ اور بھی مسائل آئے اور یہی تسلسل رہے تو اس اسمبلی کا tenure پورا ہو یا نہ ہو تو premature Assemblies توڑ دی جاتی ہیں اور اگر اسمبلیاں توڑ دی جائیں یا بوٹوں والے آئیں تو اس صورت میں جدہ بھی جانا پڑتا ہے۔ جدہ جانے کا ذکر ہوا تو مجھے یاد آیا، ارشاد احمد حقانی صاحب جو ہمارے کالم نگار ہیں انہوں نے ایک دفعہ

"جنگ"اخبار میں اپنے ایک کالم میں لکھا تھا کہ یہاں پر دو schools of thought پائے جاتے ہیں۔ایک school of thought وہ ہے جو سقراط کو represent کرتا ہے، جو منشور کو represent کرتا ہے، جس کو حضرت امام حسینؑ represent کرتے ہیں، جس کو ذوالفقار علی بھٹو represent کرتے ہیں، جن کو محترمہ بے نظیر بھٹو شہید represent کرتی ہیں، وہ مسئلہ کیا ہے، وہ فلاسفی کیا ہے ؟ وہ یہ ہے کہ طاقت کے سامنے جھکا نہیں جا سکتا۔ ہم نے سر میں گولیاں کھا کر، پھانسی پر چڑھ کر، ساڑھے آٹھ سال قید میں رہ کر یہ ثابت کیا ہے کہ ہم اس فلسفے کے پیروکار ہیں، ہم طاقت کے سامنے نہیں جھکتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

سیاسیات کی دوسری فلاسفی جو ارشاد حقانی صاحب نے اپنے کالم میں لکھی تھی میں اُس کو quote کر رہا ہوں وہ یہ تھی کہ طاقت کے سامنے ٹھہرا نہیں جا سکتا۔طاقت کے سامنے نہ ٹھہرنے والوں میں ابن زیاد بھی آتا ہے،اس کے سامنے دکن اور بنگال سے بھی لوگوں کے نام آتے ہیں اور اگر میں پاکستان سے کسی کا نام لوں گا تو آپ بُرا مان جائیں گے، آپ خود ہی سمجھ جائیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

لوگ پریشان ہیں کہ وہ جماعت جس نے establishment کی انگلی پکڑ کر سیاست سیکھی، حمید گل کی گود میں بیٹھ کر آئی ایس آئی بنائی، وہ بھی فوج کے خلاف باتیں کر رہے ہیں، وہ بھی آئی ایس آئی کے خلاف باتیں کر رہے ہیں۔اس کی سمجھ کچھ لوگوں کو آتی ہے اور کچھ کو نہیں آتی۔ قومی سلامتی کے وہ ادارے جو جنرل ضیاء الحق نے اپنے دور میں تباہ کئے تھے، سول ادارے تو انہوں نے بالکل ملیامیٹ کر دیئے تھے اور دہشت گردی کا ایک بیج بویا تھا۔ دہشت گردی کا بیج جو ابھی پل کر جوان ہوا ہے اور اس کے کانٹے اب موجودہ قوم ہماری نئی نسل کاٹ رہی ہے لیکن ان کا کیا کریں ؟

چودھری شوکت محمود بسراء(ایڈووکیٹ):جناب سپیکر!ہاؤس in order نہیں ہے۔

MR SPEAKER: Order please.

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل:جناب سپیکر!ان کا کیا کریں جو اس دور میں سپیکر بنے، جو اُس کے دور میں مجلس شوریٰ کے ممبر بنے ان کا بھی ایک نمائندہ خواجہ معافی تلافی ہے اس کا سیالکوٹ سے تعلق ہے۔ ہم کسی کا نام نہیں لیتے پھر کہیں گے ہمارے لیڈر ان کی توہین ہوئی ہے اور اس کا ایک نمائندہ وِگ پہنے ہوئے اسلام آباد میں پھرتا ہے جس کو ابھی جب موقع ملا ہے تو چکری کے انٹرچینج پر۔۔۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: مہربانی کر کے آپ relevant ہو جائیں۔ آپ کی یہ بات ٹھیک نہیں ہے۔

وزیر خوراک (ملک ندیم کامران): جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے وہ بات کر رہے ہیں۔ مجھے سُن لینے دیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: چلیں جی، ٹھیک ہے ہم احتیاط کر لیتے ہیں۔ ندیم کامران تو ہمارے بڑے اچھے اور کامیاب وزیر ہیں مگر مجھے افسوس ہے کہ ان کے پاس صرف ایک منسٹری ہے، تین چار منسٹریاں تو ہونی چاہیئں تھیں یہ competent آدمی ہیں۔ میں اس لئے بات کر رہا ہوں کہ کچھ ایسے بھی ہیں جن کے پاس کئی منسٹریاں ہیں لیکن وہ ایک بھی نہیں چلا سکتے۔

جناب سپیکر: جی، آپ اپنی بات کریں، relevant رہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جی، جناب سپیکر! یہ جو اداروں کی تباہی کا عمل تھا یہ جنرل مشرف نے پورا کیا اور یہ دونوں ڈکٹیٹر، ایک اسلام کے ساتھ منافق تھا اور ایک modern enlightenment کے ساتھ منافق تھا لیکن ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ڈکٹیٹر اگر ضیاء الحق کی شکل میں ہو تو ہمیں مارتا ہے، ہمیں پھانسی دیتا ہے، ہمیں کوڑے مارتا ہے، ہمیں شاہی قلعہ میں رکھتا ہے، ڈکٹیٹر اگر مشرف کی شکل میں ہو تو بھی سر میں گولیاں ہماری قسمت میں ہوتی ہیں، ان کو تو صرف پیسا ہی دیا جاتا ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ جو مشرف کا انتقام ہے وہ موجودہ آرمی سے نہ لیا جائے۔ موجودہ آرمی اگر اپنا role play نہ کرتی تو الیکشن فیل نہیں ہو سکتے تھے۔ جنرل کیانی نے بڑی سختی سے آئی۔ایس آئی کو کہا تھا کہ اس کا political wing الیکشن میں مداخلت نہیں کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پی ایم ایل (ق) الیکشن ہاری اور اس وقت پنجاب میں پی ایم ایل (ن) کی حکومت ہے اور ابھی ہمیں تو سمجھ نہیں آتی، ہمارے بہت سے دوست confuse ہیں کہ وہ لوگ جو establishment کے بغیر چل نہیں سکتے وہ فوج پر کیوں انگلی اٹھا رہے ہیں، وہ اداروں کو کیوں run down کر رہے ہیں تو پھر ہمیں کسی سیانے نے بتایا ہے کہ یہ چھوٹے گھر کو چھوڑ کر international level پر بڑے گھر کی نوکری کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ انہوں نے سی آئی اے کو اپنی درخواست دی ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب دانش سکول کا افتتاح ہوتا ہے تو American Consulate General کو لاہور میں بلایا جاتا ہے اور تو اور قول و فعل میں تضاد

دیکھئے کہ امریکہ کی خوشنودی کے لئے چیف جسٹس آف پاکستان کی بحالی کے موقع پر Bryan Hunt سے ملاقات ہوتی ہے تو اس کو پی سی او کے تحت حلف اٹھانے والا declare کیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ ہم اس کو بحال کرانے میں دلچسپی نہیں رکھتے لیکن باہر آ کر جلوس نکالے جاتے ہیں۔ آپ کی وساطت سے میری ان سے یہ عرض ہے کہ براہ مہربانی امریکہ کی نوکری اختیار نہ کریں، اس عوام کی نوکری کریں جس عوام نے آپ کو وزیراعلیٰ بنایا ہے، اس عوام نے آپ کو پنجاب میں گورنمنٹ دی ہے۔ امریکہ جو ہے وہ ذلالت کے سوا کچھ نہیں دے گا۔ میرا ان کو مشورہ ہے کہ بچ جائیں۔

چودھری اصغر علی منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ بجٹ پر بحث کر رہے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: منڈا صاحب! آپ کے لیڈران نے غیر ملکی کشکول توڑنے کی اجازت دی۔۔۔

جناب سپیکر: منڈا صاحب کو address کیوں کرتے ہیں؟ آپ مجھ سے بات کریں۔ یہ تو اچھی بات نہیں ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں معذرت چاہتا ہوں۔ میں یہ عرض کر رہا تھا کہ اس کے ردعمل میں US Ambassador Cameron Munter کا بیان آیا ہے کہ یہ جو امریکی امداد نہ لینے کی باتیں کرتے ہیں یہ صرف public assumption کے لئے ہیں، جب یہ ہم سے privately ملتے ہیں تو ہمارے ساتھ بہت مؤدب ہو کر بیٹھتے ہیں۔ یہ ہمیں وائسرائے کی طرح treat کرتے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ Bryan Hunt کے سامنے جا کر جو اپنا چہرہ دکھاتے ہو، Cameron Munter کے سامنے جا کر جو اپنا چہرہ دکھاتے ہو وہی اپنے اصل روپ میں رہو اور اس پاکستان کے اداروں کو run down نہ کرو، یہ بہت قیمتی ہیں اور اس وقت وہ اس ملک کے centre of gravity ہیں، آرمی اس وقت ملک کا unified factor ہے، مہربانی فرما کر اسے چھیڑنے کی کوشش نہ کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

پارلیمانی سیکرٹری برائے مذہبی امور و اوقاف (جناب افتخار احمد خان): جناب والا! یہ بجٹ پر بات کر رہے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: بات کہیں اور نکل گئی تھی، بجٹ کی طرف واپس آتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: ان کو بجٹ کی طرف واپس آنے دیں، آپ کو کیا ہو رہا ہے؟ آپ خاموشی اختیار کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب والا! ان کا اپنا کام ہے، انہیں کرنے دیں۔ ان کو اسی بات کے ہی پیسے ملتے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ آپ relevant بات کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: بہر حال consistency کا ذکر ہو رہا تھا لیکن ہماری بد قسمتی ہے کہ ان ساڑھے تین سالوں میں پہلے فوڈ سٹیمپ پروگرام شروع کیا گیا تاکہ بے نظیر بھٹو انکم سپورٹ کا مقابلہ کیا جائے اور یہ personal will پر کیا گیا لیکن چونکہ پیپلز پارٹی کے MPAs جن کو cabinet میں لیا گیا تھا ان کو بھی sideline پر رکھنا تھا اس لئے 72 رکنی ٹاسک فورس بنا دی گئی۔ یہ ایک mismanagement تھی، corruption تھی یا good governance تھی ہمیں معلوم نہیں لیکن کسی ایک وجہ کی بناء پر فوڈ سٹیمپ پروگرام کو بند کر دیا۔ اگلے سال وزیر اعلیٰ ایران تشریف لے جاتے ہیں وہاں پر روٹی پلانٹ کو دیکھتے ہیں تو ان کے اندر ایک نیا شوق جنم لیتا ہے، اس شوق کی صورت میں personal will پر جب decision کیا جاتا ہے تو اس کو بنیاد بنا کر اربوں روپے تنور میں جھونک دیئے جاتے ہیں اور اس کا کوئی ثبوت بھی نہیں چھوڑا جاتا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

سستی روٹی کو کامیاب بنانے کے لئے DCOs, DDRs, TMOs اور کمشنر آفس تک کی جو meetings ہوئی ہیں انہوں نے گاڑیوں میں fuel جلایا ہے، گاڑیوں کی جو wear and tear ہوئی ہے اگر ان سب کو بھی شامل کیا جائے تو وہ روٹی جو -/2 روپے میں کہیں کسی کو ملی تو نہیں، شاید ریسٹورنٹ والے ہی خرید کر لے گئے۔ حکومت کو اس طرح سے -/40، -/50 روپے فی روٹی پڑی اور بڑی بے دردی سے اس سکیم پر پیسا ضائع کیا گیا۔ علاوہ ازیں سستی روٹی پر legislation بھی کی گئی، اگر سستی روٹی سکیم بہت اچھی تھی اور میرے بھائی اس پر بڑے قصیدے پڑھا کرتے تھے تو ان کو اس وقت وہ روٹی بہت tasty لگا کرتی تھی، مجھے سمجھ نہیں آتا کہ پھر اس کو discontinue کیوں کر دیا گیا ہے؟ ایک اور لطیفہ اس میں یہ ہوا good governance کی بھی انتہا ہے کہ سستی روٹی سکیم ختم کر دی گئی ہے لیکن سستی روٹی اتھارٹی پر ایک کروڑ روپیہ پھر بھی رکھا گیا ہے۔ سننے میں آیا ہے کہ کچھ چہیتوں کی تنخواہوں کے لئے perks and privileges کے لئے سستی روٹی اتھارٹی کا قائم رہنا بہت ضروری ہے۔ اگر مکینیکل پلانٹ کا کوئی مسئلہ ہے تو میری یہ تجویز ہے کہ اس کو داتا دربار کے سپرد کر دیا جائے۔ وہاں سے لوگوں کو انشاء اللہ مفت روٹی ملے گی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! پہلے سال گرین ٹریکٹر سکیم شروع کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہم کسانوں کے بڑے ہمدرد ہیں اس لئے اس مد میں 4۔ارب روپے رکھا جاتا ہے۔ چیف سیکرٹری صاحب بھی اس سکیم سے دو ٹریکٹر وصول کرتے ہیں جو ان کو بعد میں ہماری وجہ سے واپس کرنے پڑتے ہیں۔ اب کسان دوستی میں اس سکیم کو بھی wind up کر دیا گیا ہے اور اس دفعہ اس میں صرف 97 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ انہیں اس بات کا احساس ہوا کہ فوڈ سٹیمپ پروگرام بھی دیہات میں جا رہا ہے۔ وہاں سے ممبران کی اکثریت مسلم لیگ (ق) اور پیپلز پارٹی سے ہے، دیہاتی تو ہمارے ووٹر ہی نہیں ہیں urban rural division کو بھی سامنے لایا جاتا ہے اور بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام کے مقابلے میں شروع کئے جانے والے پروگرام کو بھی wind up کیا جاتا ہے، ٹریکٹر سکیم کو بھی wind up کر دیا جاتا ہے۔ اسی طرح میں پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں کہ پیلی ٹیکسی پروگرام کو پھر سے revive کیا جا رہا ہے۔ مہربانی کریں اور اس کو revive نہ کریں۔

جناب سپیکر! روزگار سکیم 20 ہزار روپے سے شروع کی گئی ہے، وزیر خزانہ کے پاس اگر کوئی ایسا کمپیوٹر ہو جس میں 20 ہزار روپے میں جگہ سمیت کیونکہ پھٹا رکھنے کے لئے بھی پگڑی دینی پڑتی ہے، 20 ہزار روپے میں اگر پکوڑوں کی دکان سجائی جا سکتی ہے تو ان کو میں پکوڑا ایوارڈ عطا کروں گا۔ اس بجٹ سے ایک اور مسئلہ جو پیش آ رہا ہے وہ یہ ہے کہ urban اور rural کی division بڑے زور و شور سے جاری ہے۔ میں حلفاً کہتا ہوں کہ پچھلے تین سال سے ہمارے ضلع کے لئے 20 کروڑ روپے کا special package announce ہوتا رہا ہے اور پچھلے تین سالوں سے ہی وہ واپس surrender کیا جاتا رہا ہے، اس کو واپس لیا جاتا رہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے کہ ہم rural areas سے تعلق رکھتے ہیں، ہم نے ان کو ووٹ نہیں دیئے، وہاں ان کو سیٹیں نہیں ملیں، ووٹ تو ملے ہیں سیٹیں نہیں ملیں۔ اس کی سزا دیہاتی علاقوں کو دی جا رہی ہے۔ ہمیں لاہور سے کوئی problem نہیں ہے، ہمیں تخت لاہور سے بھی کوئی problem نہیں ہے۔ یہاں بھی بہت سارے لوگ مصری شاہ میں رہتے ہیں، کوٹ خواجہ سعید میں رہتے ہیں، تاج پورہ میں رہتے ہیں، گڑھی شاہو میں رہتے ہیں۔ ایک لاہور ان کا ہے جو غرباء کا لاہور ہے جو "have not" کا لاہور ہے جو working class کا لاہور ہے اس لاہور کو بھی اشرافیہ کے لاہور کی وجہ سے گالی پڑ رہی ہے، اس کو تنقید سننا پڑ رہی ہے۔ میں ان کو تاریخ کا حوالہ دینا چاہتا ہوں کہ ہمیں تاریخ سے سبق سیکھنا چاہئے اور یہ کوئی پچھلی لمبی تاریخ نہیں ہے بلکہ ہمارے پاکستان کی تاریخ ہے۔ ایوب خان کے بعد جب 1970 میں الیکشن ہوئے تو شیخ مجیب الرحمن اسلام آباد آئے تھے۔ اسلام آباد میں

انہوں نے کہا تھا، کہتے ہیں وہ جان بوجھ کر سڑک پر جھکے اور کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے اسلام آباد سے بنگلہ دیش کی پٹ سن کی بو آ رہی ہے۔ ہم جو عوام کے نمائندے ہیں، جو باقی عوام ہیں جب لاہور آتے ہیں۔ میں wind up کرنے والا ہوں۔ جب وہ لاہور آتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ٹھوکر نیاز بیگ سے لے کر ڈی ایچ اے تک اور اس اشرافیہ کے لاہور سے رائے ونڈ تک، جاتی عمرہ تک، واپڈا ٹاؤن تک اس کی سڑکوں سے ہمیں اپنے گنے، اپنے چاول، اپنی گندم اور اپنی کپاس کی بو آتی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

اس سے پہلے کہ پانی سر سے گزر جائے ان کو ہوش کے ناخن لینے چاہئیں اور میں ایک تجویز دینا چاہتا ہوں کہ نیشنل فنانس کمیشن کی رو سے اس کے طرز پر یہ Provincial Finance Commission قائم کریں، اس میں ہر ڈویژن کا بجٹ دیا جائے اور اس میں کسی قسم کی ہیرا پھیری نہ کی جائے، اس میں cuts نہ لگائے جائیں۔

جناب سپیکر: بہت بہت شکریہ

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میرے پاس آخری دو صفحے رہ گئے ہیں اور میں دو منٹ لوں گا، زیادہ ٹائم نہیں لوں گا۔۔۔

جناب سپیکر: تین منٹ اوپر ہو گئے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب والا! میں تھوڑی سی گزارش کروں گا۔ ابھی آپ نے اتنی generosity دکھائی ہے، تھوڑی سی اور دکھا دیں۔ این ایف سی ایوارڈ جو دیا گیا ہے اس کے جو factors ہیں اس کے تحت دیہاتی علاقوں کو ان کا حصہ دیا جائے اور اس کی legislation کی جائے تاکہ بعد میں کوئی چیف منسٹر یا کوئی بیوروکریٹ funds کو divert نہ کر سکے۔ اس وقت اٹھارہویں ترمیم کے تحت اور آرٹیکل 60 کے تحت صوبوں کی ذمہ داریاں زیادہ بڑھ گئی ہیں۔ میں اپنے دوستوں کو پڑھ کر بتانا چاہتا ہوں کہ:

> The net proceeds of the Federal Duty of Excise on natural Gas levied at well-head and collected by the Federal Government and the royalty collected by the Federal Government shall not form part of the Federal Consolidated Fund and shall be paid to the Province in which the well-head of natural gas is situated.

جناب سپیکر! اسی طرح جو سمندر سے بھی آئل نکلے گا وہ جس کے adjacent ہو گا اس میں اس کی levies اسے ملیں گی۔اس صورت میں صوبوں پر زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ ہم اپنے ٹیکس بہتر طریقے سے collect کریں اور ذمہ داری کا ثبوت دیں۔پہلے class struggle کی بات ہوئی تھی، میں بتاتا چلوں کہ دانش سکول قائم کر کے ایک گھر کے اندر class struggle شروع کی گئی، طبقاتی نظام شروع کیا گیا۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں تھوڑا سا ٹائم مزید لوں گا، میں نے کافی محنت سے data collect کیا تھا۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں سردار صاحب نے جان کر کہیں چھپا لیا ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں blocked allocation کے بارے میں عرض کرتا ہوں کہ سکول ایجوکیشن میں new schemes کے ٹوٹل فنڈز 5988 ملین روپے ہیں اور یہ سارے کے سارے فنڈز blocked allocation میں رکھ دیئے ہیں اور صرف running finances کو رکھا گیا ہے، infectious Hepatitis کے لئے کوئی فنڈ نہیں رکھا گیا۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب کافی بات ہو گئی ہے۔آپ کی مہربانی، بہت شکریہ

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میں آخری بات کرنا چاہتا ہوں۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، نہیں، میں رانا صاحب کو floor دے رہا ہوں۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! میں ایک سیکنڈ میں اپنی بات کر لوں گا۔

جناب سپیکر: ذرا ایک منٹ۔ میں رانا صاحب کو floor دے رہا ہوں۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! ایک قطعہ پڑھنا ہے اس کے بعد اجازت چاہوں گا۔

جناب سپیکر: نہیں، جی، گوندل صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! ایک شعر ہے وہ پڑھنے دیں۔

جناب سپیکر:آپ کیا کرتے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل:جناب سپیکر!بہت اچھا شعر ہے۔مجھے سنانے دیں۔

جناب سپیکر:میں ایک شعر سن لیتا ہوں۔اس کے بعد بند۔

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل:جناب سپیکر!یہ ایک قطعہ ہے۔

جناب سپیکر:نہیں،نہیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء(ایڈووکیٹ):جناب سپیکر!آپ باذوق آدمی ہیں،انہیں شعر پڑھنے دیں۔

جناب سپیکر:آپ کی مہربانی ۔میں ایسا باذوق نہیں ہوں۔

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل:جناب سپیکر!فیض احمد فیض کی نظم ہے۔

مرے ہمدم مرے دوست

گر مجھے اس کا یقیں ہو مرے ہمدم مرے دوست
گر مرا حرف تسلی وہ دوا ہو جس سے
جی اٹھے پھر ترا اجڑا ہوا بے نور دماغ
تیری پیشانی سے دھل جائیں یہ تذلیل کے داغ
تیری بیمار جوانی کو شفا ہو جائے
گر مجھے اس کا یقیں ہو مرے ہمدم مرے دوست

جناب سپیکر:جی،بہت شکریہ۔بڑی مہربانی۔چوہان صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل:جناب سپیکر!مجھے مکمل کرنے دیں۔

جناب سپیکر:.Noٹائم دیکھیں۔پانچ منٹ اوپر ہو گئے ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل:جناب سپیکر!میں دعا پڑھنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر:بعد میں دعا پڑھ دینا۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل:

یونہی گاتا رہوں، گاتا رہوں تیری خاطر
گیت بنتا رہوں، بیٹھا رہوں تیری خاطر
یہ مرے گیت ترے دکھ کا مداوا ہی نہیں
نغمہ جراح نہیں، مونس و غم خوار سہی
گیت نشتر تو نہیں، مرہم آزار سہی
تیرے آزار کا چارہ نہیں، نشتر کے سوا
اور یہ سفاک مسیحا مرے قبضے میں نہیں

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: آخری شعر ہے۔

جناب سپیکر: پلیز آپ تشریف رکھیں۔ بڑی مہربانی۔ دیکھ لیں، آپ اچھا نہیں کر رہے۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔

جناب سپیکر: چوہان صاحب! ذرا ایک منٹ۔ میں یہ بتا دوں کہ اگر حذف کرنا پڑا تو کر دوں گا۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل:

اس جہاں کے کسی ذی روح کے قبضے میں نہیں
ہاں مگر تیرے سوا، تیرے سوا تیرے سوا

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، چوہان صاحب!

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! میں اس ایوان میں، اس ٹھنڈے ہال میں اپنے حلقے کا بہت اہم مسئلہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: تقریر میں، ابھی آپ کی باری نہیں ہے؟

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: جناب سپیکر! یہ علیحدہ بات ہے اور بہت ضروری ہے کہ گوجرانوالہ شہر میں بائی پاس روڈ پر وفاقی حکومت کے منصوبے کے تحت ایک bridge بنایا جا رہا ہے اور اسے تین سال ہو چکے

ہیں لیکن اس پر تین دفعہ کام رُکا ہے اور اب بھی وہ کام رُکے ہوئے چوتھا مہینہ جارہا ہے۔اس سے پورے علاقے کے لوگوں کو مسائل ہیں اور اس گرمی کے موسم میں 200 کے قریب دکانداروں کا کاروبار رُکا ہوا ہے۔ لاہور سے راولپنڈی جتنے لوگ سفر کرتے ہیں سب کو پتا ہے کہ راستے میں جو obstruction ہے اس وجہ سے وہاں ہر ایک کو ایک ایک گھنٹہ رُکنا پڑتا ہے۔یہ NHA کا منصوبہ ہے۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ ایوان وفاقی حکومت کو کس طرح request کر سکتا ہے؟

جناب سپیکر: کسی سے سمجھ کر پھر مجھے بتا دیں۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: چیئرمین P&D بیٹھے ہوئے ہیں اگر کسی طریقے سے اس ایوان کی آواز کسی جگہ جارہی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، آواز پہنچ جائے گی۔

ڈاکٹر محمد اشرف چوہان: یہ جو عذاب بنا ہوا ہے اس طرف توجہ دی جائے کیونکہ یہ میرا فرض ہے کہ میں ان کا مسئلہ یہاں پیش کروں۔بہت بہت شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، رانا محمد افضل صاحب!

رانا محمد افضل خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں کامران مائیکل صاحب، حکومت پنجاب، فنانس ڈیپارٹمنٹ اور بجٹ سے منسلک تمام ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔اس حکومت کا یہ چوتھا بجٹ تین سال کے تجربات کی عکاسی کرتا ہے اور بجٹ جسے budget estimates کہا جاتا ہے، حکومت کی آمدن جو اس حکومت کو پیسے ملنے ہیں اور اس حکومت نے جو پیسے خرچ کرنے ہیں وہ estimates اس House کے سامنے رکھ دیئے گئے ہیں اور ہم ان estimates پر اپنے خیالات، اس کی درستی اور اس کے بہتر استعمال کے لئے یہاں بحث کر رہے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے نہایت ہی ذمہ دار اور بہت اچھے ممبر میجر (ر) ذوالفقار گوندل صاحب ابھی بجٹ پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہے تھے۔ میں کوئی پنجابی کا لفظ تو استعمال نہیں کروں گا لیکن یہ total irrelevant speech تھی اور انہوں نے بجٹ کی کسی ایک مد پر بھی اس House کو مشورہ نہیں دیا کہ آپ یہاں پر یہ فنڈز زیادہ استعمال کر رہے ہیں یا غلط استعمال کر رہے ہیں یا ان فنڈز کو یہاں سے اٹھا کر وہاں رکھ دیں۔ آپ نے اس House میں speeches کے اندر دیکھا کہ بجٹ پر بات کم اور میری جماعت کے لئے ان کے دل کے اندر جو بغض ہے اس پر زیادہ بحث کی گئی۔ فیصل آباد سے پیپلز پارٹی کے بڑے اہم ممبر معظم صاحب نے کل کہا کہ حکومت پنجاب تو ڈاکخانہ ہے اور

80 فیصد بجٹ مرکزی حکومت سے آتا ہے اور آپ لوگ اس 80 فیصد بجٹ کے مرہون منت ہیں۔ میں آپ کے توسط سے ان تک یہ بات پہنچانا چاہوں گا کہ در حقیقت ڈاکخانہ مرکزی حکومت ہے۔ تمام ٹیکس صوبوں سے generate ہوتے ہیں، صوبوں کے عوام ٹیکس دیتے ہیں اور یہ اس ملک کا قانون ہے کہ صوبوں کے ٹیکس مرکزی حکومت اکٹھا کرتی ہے اور وہ منصفانہ طریقے سے ان ٹیکسوں کو صوبوں میں تقسیم کرتی ہے۔ یہاں الزام لگایا گیا کہ میرے قائد نے کہا کہ یہ N.F.C ایوارڈ ہیرا پھیری ہے، یہ حقیقت ہے کہ جب N.F.C ایوارڈ کے اندر صوبوں کے حقوق نہیں دیئے جاتے تو پھر وہاں پر صوبائیت کی بات ہوتی ہے اور یہ باتیں ہوتی ہیں کہ صوبوں کو حقوق دیئے جائیں، صوبوں کو طاقتور کیا جائے اور اس طرح ملک کے اندر ایک انتشار پیدا ہوتا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جہاں میں خوشی سے یہ بات کرتا ہوں کہ یہ پنجاب کی تاریخ کا سب سے بڑا بجٹ ہے میں وہاں اس دکھ سے یہ بات بھی کرتا ہوں کہ یہ صرف 655۔ ارب روپے کا بجٹ ہے۔ اگر ہم اپنے حالات کو درست کر دیں تو یہ بجٹ ایک ہزار ارب کا کیوں نہیں بنتا، یہ بجٹ دو ہزار ارب کا کیوں نہیں بنتا، یہ بن سکتا ہے۔ کیوں نہیں بنتا میں اس پر روشنی ڈالتا ہوں کہ یہ اس لئے نہیں بنتا کہ آپ کے ایف بی آر والے 500۔ ارب روپے سے ایک ہزار ارب روپے کی کرپشن کو accept کرتے ہیں کہ فیڈرل بورڈ آف ریونیو کے اندر کرپشن ہے۔ روزانہ کراچی پورٹ پر کئی ارب روپے کا ڈاکا پڑتا ہے اور کسٹم کے اندر ہیرا پھیری ہوتی ہے۔ آپ کا انکم ٹیکس ڈیپارٹمنٹ جب ٹیکسوں کا فیصلہ کرتا ہے تو 10 لاکھ روپے کا ٹیکس 50 ہزار روپے کی رشوت میں ختم ہو جاتا ہے۔ آپ کی سٹیل مل سالانہ 400۔ ارب روپے کا نقصان پہنچاتی ہے۔ ایسے اداروں کو privatize کرنا چاہئے اگر یہ پیسا صوبوں کو ملتا تو پھر آج ہمارا بجٹ ایک ہزار ارب روپے کا ہوتا۔ ہم اس حکومت کو چلانے کے لئے 455۔ ارب روپے خرچ کر رہے ہیں اور صرف 220۔ ارب روپے development کے لئے آج موجود ہیں۔ اگر یہ بجٹ ایک ہزار ارب روپے کا ہوتا تو آج 545۔ ارب روپے development کے لئے موجود ہوتے اور 455۔ ارب روپے ہمارے اخراجات پر خرچ ہوتے جس سے ہمارے ملک کی قسمت بدل جاتی۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ اس ملک کی تقدیر پر کون ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں، اس ملک کی تقدیر پر کون سانپ بن کر بیٹھے ہوئے ہیں اور ملکی سرمائے کو ضائع کیا جا رہا ہے؟

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! اس وقت ہاؤس میں وزیر خزانہ موجود نہیں ہیں اور ان کی موجودگی کے بغیر ہی یہ تقریریں ہو رہی ہیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! تشریف رکھیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ Charter of Democracy کے تحت آج Public Accounts Committees کی سربراہی اپوزیشن کے پاس ہے۔ پنجاب کی ایک Public Accounts Committee کے چیئرمین چودھری ظہیر الدین خان اور دوسری کے چیئرمین وزیر اعظم کے صاحبزادے ہیں۔ وہ ایک پرنس ہیں۔ وہ اس ہاؤس میں بھی نظر نہیں آتے ہیں، بیسیوں مرتبہ Public Accounts Committee کی میٹنگ ان کے نہ آنے کی وجہ سے cancel کرنی پڑی ہے اور بالآخر ہم نے میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل صاحب کی منت کرتے ہوئے کہا کہ وزیر اعظم کے صاحبزادے تو نہیں آ سکتے خدارا آپ میں سے پیپلز پارٹی کا کوئی آدمی اس کمیٹی کی صدارت کرے۔ انہوں نے ہمارا احتساب کرنا ہے۔ ہم اپنے آپ کو احتساب کے لئے پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہمارا احتساب کریں۔ میں قومی اسمبلی کی Public Accounts Committee کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ جنہوں نے احتساب کر کے دکھایا ہے اور وہ across the board احتساب ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں اس طرح کسی نے Public Accounts Committee نہیں چلائی کہ جس طرح چودھری نثار علی خان صاحب چلا رہے ہیں۔ وہ عوام کے مسائل کو سامنے لا رہے ہیں۔ این آئی سی ایل اور حج سکینڈل سامنے لائے گئے۔ کاش! اس وقت راجہ ریاض صاحب ہاؤس میں موجود ہوتے وہ میرے ہمسائے ہیں۔ میرے حلقے کے اندر ایک پاسپورٹ آفس ہے۔ اس پاسپورٹ آفس میں غریب لوگوں کے ساتھ ظلم کیا جاتا ہے۔ دھوپ میں 9 بجے لائن لگا دیتے ہیں جبکہ پاسپورٹ آفیسر گیارہ بجے تشریف لاتا ہے۔ دو گھنٹے دھوپ میں کھڑے ہوئے خوار ہونے والے لوگوں کو ایجنٹ آ کر کہتے ہیں کہ پاسپورٹ بنانا ہے تو ہمیں ایک ہزار روپے دو تمھیں دوبارہ نہیں آنا پڑے گا۔ وہاں پر روزانہ چار سو پاسپورٹ بنتے تھے۔ میں نے اس حوالے سے ڈی سی او، کمشنر فیصل آباد اور چیف سیکرٹری پنجاب سے بات کی اور ہم نے پاسپورٹ بنانے والے لوگوں کا گھیراؤ کیا اور الحمد للہ ہم نے وہاں پر سسٹم کو درست کرایا ہے۔ اگر آپ نے عوام کی خدمت کرنی ہے تو پھر اپنے محکموں پر oversight exercise کریں۔ آپ کو کس نے روکا ہے کہ آپ کرپشن کو point out نہ کریں؟ آج آپ کے پاس موقع تھا بلکہ موقع ہے کیونکہ ابھی بجٹ پر بحث کے لئے چار دن باقی ہیں۔ آپ بجٹ کے اہداف کے اوپر بات کریں۔ آپ تو بجٹ کو چھوڑ کر جاتی عمرہ کی بات کرتے ہیں۔ آپ تو تخت لاہور یا کسی سڑک کی بات کرتے ہیں۔ تخت لاہور ہونا چاہئے، لندن تخت برطانیہ ہے، پیرس تخت فرانس

ہے، ریاض تخت سعودی عریبیہ ہے۔آج تک لندن جیسا شہر 200 سال کی تاریخ میں برطانیہ والے نہیں بنا سکے۔پیرس duplicate نہیں ہو سکتا اسی طرح لاہور، لاہور ہے لیکن جس تخت کی بات آپ کرتے ہیں وہ جی او آر ہے۔جب آپ نے اس حکومت پر شب خون مارا تو روزانہ نئی ٹائیاں باندھ کر سُرخیاں پاؤڈر لگا کر آپ اس تخت لاہور 8۔کلب کے اوپر اپنے دفتر کھول کر رنگ رلیاں مناتے تھے اور وہاں پر پارٹیاں ہوتی تھیں۔ہاں وہ تخت لاہور ہے۔میری بہن عظمیٰ صاحبہ نے پوچھا ہے کہ وہ آئی ٹی یونیورسٹی کہاں ہے جس کا اعلان کیا گیا تھا؟میں کہتا ہوں کہ وہ آئی ٹی یونیورسٹی نہیں بن سکی۔ہم نے جب اس 8۔کلب کو پہلی دفعہ دیکھا تو ہمارا سر ندامت سے جُھک گیا کہ وہاں پر پودوں کے لئے بھی ایئر کنڈیشنرز لگے ہوئے ہیں۔وہاں پر چیف منسٹر صاحب کی کھڑکی کے سامنے دو کنال کا ایک باغیچہ ہے اس کے پودوں کو ٹھنڈا رکھنے کے لئے اے۔سی پلانٹ لگے ہوئے ہیں۔میرے قائد نے جب اس 8۔کلب کو پہلی مرتبہ دیکھا تو اس کا دل بھی اسی طرح سے کھول گیا کہ کیوں نہ میں اس جگہ کو کسی اور مصرف میں لے آؤں لیکن اس حوالے سے کچھ حقائق ایسے تھے کہ اس عمارت کو آئی۔ٹی یونیورسٹی بنانے کے لئے توڑنا پڑتا تھا۔اس عمارت کو توڑ کر طالب علموں کے لئے بڑے بڑے ہال بنانے پڑتے تھے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: تو پھر اس کو آپ تالے لگا دیں۔

جناب سپیکر: محترمہ! یہ کیا کر رہی ہیں؟ Please no cross talk.

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! وہ میرا نام لے کر بات کر رہے ہیں اس لئے مجھے جواب تو دینا ہے۔

جناب سپیکر: جی، نہیں۔آپ تشریف رکھیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! ہم نے میڈیا کی بات مان لی کہ اس تخت لاہور کو نمونہ کے طور پر رکھ چھوڑتے ہیں اور اس کو بچا لیتے ہیں۔اس تخت لاہور پر غریب لوگوں کے خون پسینے کی کمائی سے اربوں روپے لگائے گئے۔آج آپ تخت لاہور کے طعنے دیتے ہیں۔لاہور پنجاب کا دارالخلافہ تھا، اب بھی ہے اور تاحیات رہے گا۔ہم اس لاہور پر فخر کرتے رہیں گے۔لاہور شہر کا ایک بجٹ ہے۔اس کے اندر ایل ڈی اے ہے، اس کے اندر ٹاؤنز ہیں اور ان کو monitor کرنے والا چیف منسٹر بیٹھا ہوا ہے۔اسی طرح سے آپ کے دوسرے شہروں کے اندر ایف ڈی اے، ایم ڈی اے اور جی ڈی اے ہے۔آپ ان

اداروں کو درست کریں۔ آپ taxes وصول کریں تو پھر ان سے آپ جتنے مرضی پُل بنائیں، جتنی مرضی سڑکیں بنائیں جن کا پنجاب کے بجٹ میں ذکر نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میری بہن نے کل اپنی تقریر میں کہا کہ آشیانہ سکیم کے لئے بجٹ کی کتاب میں کوئی پیسے ہی نہیں رکھے گئے تو پھر یہ آشیانہ کہاں سے بن رہا ہے؟ ایک طرف تو آپ کو شک ہے کہ بجٹ کے پیسے خُورد بُرد ہو جائیں گے اور دوسری طرف آپ اس چیز کی تعریف بھی نہیں کرتے جو کہ حکومت کے پیسوں کے بغیر بن رہی ہے۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: آشیانہ سکیم تو ہائیکورٹ میں challenge ہو گئی ہے۔

رانا محمد افضل خان: انشاءاللہ اس کو challenge کرنے والے ہار جائیں گے کیونکہ یہ غریبوں کے لئے سکیم ہے۔ اس پروگرام کے لئے 500 ملین روپے کا seed money دیا گیا۔ ہم نے فیصل آباد سٹی ایف ڈی اے کے اندر بغیر پیسوں کے بنایا ہے۔ یہاں پر کہا گیا کہ Eden Villas کے اندر اس سے سستے مکان ملتے ہیں تو کس نے روکا ہے کہ آپ Eden Villas کے مکان نہ لیں؟ لوگ آشیانہ سکیم کے لئے اتنی کثیر تعداد میں کیوں درخواستیں دے رہے ہیں اور 25 فیصد ایڈوانس بھی جمع کرا رہے ہیں؟ اس پراجیکٹ کی بولتی ہوئی کامیابی آپ کو آنے والے وقت میں اس فیصلے کا result دے دے گی۔

جناب سپیکر! یہاں پر تقریر کرتے ہوئے میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار گوندل صاحب نے ذکر کیا کہ آئی ایس آئی اور جنرل حمید گل کی گود میں بیٹھ کر فیصلے ہوتے رہے۔ میں آپ کی وساطت سے پوچھنا چاہوں گا کہ آئی ایس آئی کا political role کس لیڈر نے دیا تھا اس کا نام لیں؟ پاکستان کا وہ وزیراعظم کون تھا جس نے آئی ایس آئی کو political role دیا، اس کا نام کیوں نہیں لیتے، وہ وزیراعظم کون تھا جو سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا؟ اس دن سے آئی ایس آئی کے ذریعے جمہوریت کو پٹڑی سے اُتارا جاتا رہا ہے۔ ہم آج تک ترس رہے ہیں کہ آئی ایس آئی کے political role کو ختم کر دیں۔ آپ تعریفوں کے پُل باندھ دیتے ہیں کہ ہم نے جیلوں میں بیٹھ کر خدمت کی ہے۔ امریکہ کا طعنہ دیا گیا میں پوچھتا ہوں کہ امریکہ کون بھاگ گیا تھا؟ جب جیل سے آٹھ سال کے بعد ضمانت ہوئی تو لاہور کے ماڈل ٹاؤن میں دو کوٹھیاں کرایہ پر لی گئیں اور ان کی درمیان سے دیوار گرا دی گئی۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! میرا خیال ہے کہ آپ سیدھی سیدھی بجٹ کے حوالے سے بات کریں تو بہتر ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! ہمارے اوپر یہ الزام لگاتے ہیں کہ جدہ بھاگ گئے۔ ہمارا لیڈر تو جدہ سے بار بار واپس آتا تھا اور ان کو واپس بھجوا دیا جاتا تھا۔ میں عرض کر رہا تھا کہ لاہور کے ماڈل ٹاؤن میں کوٹھیاں کرایہ پر لی گئیں اور ان کے درمیان کی دیوار گرا دی گئی اور اس کا نام بلاول ہاؤس رکھا گیا۔ اس بلاول ہاؤس کے مکین نے اعلان کیا کہ میں آئندہ کی سیاست لاہور سے کروں گا۔ جب وہ دبئی اپنی بیگم صاحبہ کے پاس تشریف لے گئے تو ان کو امریکہ روانہ کر دیا گیا اور انہیں کہا گیا کہ تمھارا سیاست سے کوئی تعلق نہیں اور پھر وہ امریکہ سے کیسے واپس آئے اور کون جدہ گیا؟ ہم نے Charter of Democracy sign کیا۔ میں پوچھتا ہوں کہ ان کو لینے کے لئے جدہ کون گیا؟ پرویز مشرف گیا۔ میں آج یہ پوچھوں گا کہ پرویز مشرف کے ساتھ دوسرا جنرل کون تھا جو تین دفعہ گیا؟ آج ہم اگر فوج کو اپنے دائرہ کار میں رہنے کی تلقین کرتے ہیں تو ہم پر anti-establishment ہونے کا الزام لگا دیا جاتا ہے حالانکہ یہ بات anti-establishment نہیں ہے بلکہ یہ جمہوریت کے حق میں نہایت ذمہ داری کی بات ہے۔ ہر ادارہ اپنے محور میں رہ کر اس ملک کی خدمت کرے تو ہم ان کو سلام پیش کرتے ہیں لیکن اگر آئی ایس آئی کا political wing اور اس کا political role ختم نہیں ہوگا تو ہم یہ بات کرتے رہیں گے۔ آپ ہمیں آئی ایس آئی کی گود میں بیٹھنے کا طعنہ دیتے ہیں۔ اس کو بنانے والے آپ اور بیٹھنے والے ہم، یہ کیسے ہو سکتا ہے؟

جناب سپیکر! تعلیم کے بجٹ پر بات کرتے ہوئے یہاں پر کہا گیا کہ تعلیم کے بجٹ میں اضافہ نہیں کیا گیا۔ پچھلے سال 23۔ارب روپے کا بجٹ تھا جس میں سے 14۔ارب روپے کے قریب خرچ ہو سکے۔ اس سال پھر سے 24۔ارب روپے کا بجٹ رکھ دیا گیا ہے جس میں دانش سکولوں کے لئے 3۔ارب روپے، پنجاب ایجوکیشن انڈوومنٹ فنڈ کے لئے 2۔ارب روپے، پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے لئے 6۔ارب روپے اور ٹیوٹا کے لئے 2۔ارب روپے کو اگر آپ ملا دیں تو یہ کوئی 37۔ارب روپے ایجوکیشن بجٹ میں رکھے گئے ہیں۔ ایک ہزار سکولوں کو ماڈل سکولز بنانے کا پروگرام ہے تو اس ایوان کے اندر یہاں بیٹھے ہوئے ہر معزز ممبر کے حلقہ میں انشاء اللہ تین سکول ماڈل سکول بنیں گے۔ یہاں پر ٹاسک فورسز کی بات کی گئی تو ان ٹاسک فورسز کی رائے اور محنت کے ساتھ ہم نے جو فیصلے کئے وہ فیصلے آج تعلیم کے معیار کو بہتر بنانے میں کارآمد ہیں۔ میں ان میں سے ایک فیصلے پر پنجاب حکومت کو خاص طور پر خراج تحسین پیش کروں گا کہ پرائمری سکول کے اندر ایک چھوٹی سی تبدیلی کی گئی کہ وہاں پر ہیڈ ماسٹر کی سنیارٹی سروس کی بنیاد پر تھی اُسے تبدیل کر کے ہیڈ ماسٹر کی سنیارٹی کو qualification based کر دیا

گیا ہے تو آج young & dynamic ایم اے پاس ٹیچر پرائمری سکولوں کے ہیڈ ماسٹرز ہیں اور تعلیمی امتحانات کے ذریعے جو نتائج سامنے آ رہے ہیں اُن میں ایک واضح تبدیلی نظر آ رہی ہے۔ میں یہاں پر حکومت سے درخواست کروں گا کہ ہمیں capacity build کرنے کی ضرورت ہے اُس کے لئے فنڈز مختص کئے جائیں تاکہ ہم ٹیچرز کو ہیڈ ماسٹرز بننے کی تربیت دے سکیں، اُن کو manage کرنے کی تربیت دے سکیں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، رانا افضل صاحب!

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! میں حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں جنہوں نے 40 ہزار ٹیچرز کو ایک شفاف اور merit based recruitment کے ذریعے بھرتی کیا اور اس پر آج تک کوئی اپوزیشن ممبر بھی اُنگلی نہیں اُٹھا سکا۔ یہاں کہا گیا کہ 50 ہزار اسامیاں خالی ہیں، میری اطلاع کے مطابق صرف 12 ہزار اسامیاں ہیں جو تقریباً ہر سال خالی ہوتی ہیں اُن کے لئے recruitment process شروع ہے اور وہ خالی اسامیاں بہت جلد پُر کر دی جائیں گی۔

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے دانش سکولوں کے بارے میں فرمایا کہ آپ نے بچوں کو دو قسم کے بچوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ میں حیران ہوں کہ وہ دو قسم کے بچے کیسے ہو گئے؟ ہم نے جنوبی پنجاب میں جا کر چھ دانش سکول بنائے اور وہاں کے ریگستانوں میں اُن کے لائق فائق بچوں کو تلاش کر کے دانش سکولوں میں میرٹ پر داخلہ دیا اور ہم نے ان غریب لوگوں کے بچوں کے potential سے اس ملک کو فائدہ پہنچانے کے لئے وہاں سے اُٹھا کر ان دانش سکولوں میں داخلہ دیا ہے۔ وہاں پر میرٹ کے طریق کار سے داخلے ہو رہے ہیں، یہ بندر بانٹ نہیں ہو رہی کہ آپ جس کو مرضی اُٹھا لیں۔ اس میں ایک میرٹ اور ایک پیمانہ ہے جو بچہ اپنی صلاحیت کے مطابق اُس پیمانہ پر پورا اُترتا ہے اُس پر 16 ہزار روپیہ مہینہ نہیں بلکہ ایک لاکھ 60 ہزار روپیہ مہینہ خرچ کیا جائے تو وہ بھی کم ہے۔ میں یہاں پر حکومت کو مشورہ دوں گا کہ ہمیں دانش سکولوں کے منصوبے کو حکومت کے بجٹ سے باہر رکھ کر مخیر حضرات سے فنڈز لے کر اُن سکولوں کو چلانا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ دانش سکول آئندہ کے لئے ہونہار اور آئندہ کے لیڈر لے کر آئیں گے۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبہ میں موبائل ہسپتالوں پر بڑی تنقید کی گئی۔ آپ جانتے ہیں کہ میں Commonwealth Conference میں کولمبو گیا تو وہاں پر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ کا

کیسا چل رہا ہے؟ میں نے کہا کہ ہم مرد ڈاکٹر اور خاتون ڈاکٹر کو Rural Health Programme rural areas کے اندر پہنچانے میں نہ صرف پنجاب بلکہ پورے پاکستان میں ناکام ہو گئے ہیں۔

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، چودھری صاحب!

چودھری ظہیر الدین خان: جناب سپیکر! ہمارے ساتھی نہایت ہی اہم suggestions دے رہے ہیں لیکن اس معزز ایوان میں جناب کامران مائیکل notes لینے کے لئے موجود نہیں ہیں تو تھوڑا سا clarify کر دیا جائے کہ کیا وزیر خزانہ daily change ہوتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: کامران مائیکل ابھی request کر کے گئے ہیں، وہ دو منٹ میں آ جائیں گے اور اتنی دیر تک ملک ندیم کامران صاحب notes لے رہے ہیں۔ بہت شکریہ

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر! یہ ایک حقیقت ہے کہ ہم 62 سال میں بھی Rural Health Programme میں ڈاکٹروں کو مریضوں کی دہلیز تک نہیں پہنچا سکے اور ہمیں اس حقیقت کو admit کرتے ہوئے شرمندہ نہیں ہونا چاہئے۔ اب ہم نے پچھلے مالی سال میں پانچ موبائل ہسپتال پانچ پانچ کروڑ روپے کی لاگت سے بنائے ہر ہسپتال ہر روز تین سو سے چار سو مریضوں کو دیکھتا ہے اور وہ موبائل ہسپتال اُن غریبوں کی دہلیز تک پہنچتا ہے اور اگلے دن وہ کسی اور علاقے میں جاتا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس طرح سے عوام کی خدمت کر رہے ہیں۔ یہاں بڑے ذمہ دار لوگوں نے کہا کہ ہسپتال پنکچر ہو جائے گا تو ذہن پنکچر نہ ہوں، ہسپتال پنکچر نہیں ہوا کرتے کیونکہ اُن میں spare wheel ہوتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں پنجاب حکومت کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں کہ آج پنجاب کے بڑے ہسپتالوں میں ائر کنڈیشنر چل رہے ہیں، آج پنجاب کے بڑے ہسپتالوں میں ایمرجنسی کی مفت ادویات مل رہی ہیں۔ میں اس پر چیلنج کرتا ہوں کہ فیصل آباد میں کڈنی کے دو سو مریضوں کے روزانہ مفت Dialyses ہو رہے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ایف آئی سی جیسے Cardiac ادارے سینکڑوں لوگوں کی روزانہ خدمت کر رہے ہیں۔ صحت پر جس check & balance اور محنت کے ساتھ کام کیا جا رہا ہے میں اس پر بھی حکومت پنجاب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ پچھلے سال صحت کے شعبہ کے لئے 22۔ارب روپے رکھا گیا اور تمام شعبوں میں کٹوتی کے باوجود صحت کے شعبہ پر پورے کا پورا بجٹ خرچ

کیا گیا۔ اس سال 20۔ارب روپیہ کے ترقیاتی پروگرام ہیں اور 25۔ارب روپیہ ان ہسپتالوں کو چلانے کے لئے رکھا گیا ہے تو میں اس احسن اقدام پر بھی حکومت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! میری بہن محترمہ ثمینہ خاور حیات آج موجود نہیں ہیں انہوں نے کل اپنی تقریر میں کہا کہ رمضان پیکج ایک بھونڈا مذاق ہے، کیا ہم لوگوں کی لائنیں لگا کر اُن کی تذلیل کریں گے؟ میں آپ کے توسط سے اُن کی خدمت میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے تو پیکج دے دیا، آپ مشورہ دیں کہ اُن کے گھر تک یہ پیکج کیسے پہنچائیں، آپ کوئی بہتر طریقہ بتادیں۔ غریبوں کے لئے آٹا یا دوسری چیزوں کا جو پیکج دیا جاتا ہے ہمیں اس کی تقسیم کا کوئی بہتر طریقہ بتادیں، ہم شناختی کارڈ بھی چیک کرتے ہیں، ہم اُن کے اندر لائنیں بھی لگواتے ہیں، ہم کوشش کرتے ہیں کہ دو دو مرتبہ کوئی نہ لے۔ آپ اس ایوان کے اندر جرأت کر کے کہیں کہ ان کا رمضان پیکج بند کر دیں۔ سستی روٹی پروگرام خلوص نیت کے ساتھ شروع کیا گیا، میں مانتا ہوں کہ اُس پروگرام کے اندر کچھ problems تھے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے "واہ، واہ" کے نعرے)

جناب ڈپٹی سپیکر: آرڈر پلیز

رانا محمد افضل خان: میں آپ کی تنقید کو سلام پیش کرتا ہوں، میڈیا کی تنقید کو سلام پیش کرتا ہوں کیونکہ تنقید کو قبول کرنا چاہئے۔ خلوص نیت سے شروع کئے گئے اس پروگرام پر اتنی تنقید کی گئی لیکن میں یہ بتانا چاہوں گا کہ ہم اس طرف بیٹھنے والے روٹی دینے والوں میں تھے اور آپ سستی روٹی بند کرنے والوں میں سے ہیں۔

جناب سپیکر! آج ان کو اعتراض ہے کہ ہم ان لوگوں کو micro finance کے طور پر 20 ہزار روپیہ کیوں دے رہے ہیں کہ اس سے اُن کی فلاں چیز نہیں آئے گی، اس سے وہ کمپیوٹر نہیں خرید سکیں گے، میں آپ کو بتانا چاہوں گا کہ بنگلہ دیش میں گرامین بنک نے کروڑوں لوگوں کی معیشت کو بحال کرنے میں ایک اہم کردار ادا کیا اور اُن کا average قرضہ 15 ہزار روپے ہے۔ اگر آج وہ شخص 5 ہزار روپے کی سبزی یا فروٹ ٹھیلے پر لگا کر بیچتا ہے تو شام کو وہ پانچ چھ سو روپیہ کما لیتا ہے۔ آپ اس پروگرام میں کوئی بہتر مشورہ دیں اور میں بھی یہ مشورہ دیتا ہوں کہ اس کو 20 ہزار روپیہ سے 25 ہزار روپیہ کر دیں تاکہ غریب آدمی کوئی بہتر چیز لے سکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے زیادہ سستا طریقہ job creation کا نہیں ہے۔ ییلو کیب پر تنقید ہوئی تو میں سمجھتا ہوں کہ ٹریکٹروں پر جو تنقید ہوئی تو اس پر میں میجر (ر) گوندل صاحب کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں وہ چاہتے تھے کہ اس سال بھی ہم دس ہزار

ٹریکٹر دیتے کیونکہ وہ بہت کامیاب سکیم تھی، اس سکیم کو بند کرنے پر انھوں نے اعتراض کیا ہے۔ میں بھی حکومت سے درخواست کروں گا کہ جہاں آپ بیس ہزار ٹیکسیاں اقساط پر دے رہے ہیں وہاں آپ دس ہزار ٹریکٹر بھی اس میں شامل کریں تاکہ دیہاتوں کے اندر غریب لوگ بغیر سود کے ٹریکٹر اقساط پر حاصل کر سکیں اور اپنا روزگار پیدا کر سکیں۔

جناب سپیکر! حکومت کا کام infrastructure development ہے، حکومت کا کام energy فراہم کرنا ہے اور حکومت کا کام بنکوں کا منصفانہ نظام ہے۔ صوبہ پنجاب 4۔ارب روپے سے infrastructure development، اڑھائی ارب روپے سے انڈسٹریل اسٹیٹس اور نہایت مجبور ہو کر وہ initiative جو مرکزی حکومت کو power sector میں لینا چاہئے تھا ہمیں اپنے ذرائع سے بجلی گھر لگانے پڑ رہے ہیں۔ میرا قائد جب یہ کہتا ہے کہ N.F.C Award میں ہمارے ساتھ نہیں ہو رہا تو یہی وجہ ہے کہ پچھلے تین چار سال کے اندر بجلی کی demand اور supply کے اندر جو gap ہے وہ بڑھتا جا رہا ہے۔ آج گھروں کے اندر لوگ تڑپ رہے ہیں ہمیں بتایا جائے کہ اس ملک کے ساتھ کیا کیا جا رہا ہے؟ ہم امریکہ کے آگے لیٹے ہوئے ہیں اور اس کی ہر بات مانتے ہیں لیکن جب ہم انھیں کہتے ہیں کہ ہم نے ایٹمی پاور پلانٹ لگانا ہے تو امریکہ کہتا ہے کہ نہیں ان کو اسی طرح تڑپ تڑپ کر مرنے دو۔

جناب سپیکر! آج پاکستان کے اندر دہشت گردی ہو رہی ہے۔ میری یہ اپنی سوچ ہے میں ایسی بات کرنے کی جرأت کر رہا ہوں جو شاید مجھے نہیں کرنی چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی دہشت گردی ہے کہ ہم کالا باغ ڈیم بننے نہیں دے رہے، ہم لوگوں کو تڑپا تڑپا کر مار رہے ہیں اور جو لوگ کالا باغ ڈیم نہیں بننے دے رہے وہ پنجاب کے ساتھ، سندھ کے ساتھ بلکہ پاکستان کے ساتھ ظلم کر رہے ہیں۔ اگر دہشت گرد ظلم کرتا ہے اور ایک بم کے ساتھ تیس چالیس لوگوں کو مار دیتا ہے ہم تو پوری قوم کو بجلی کے بغیر مار رہے ہیں۔ کیا یہ دہشت گردی نہیں ہے کہ کہا جاتا ہے کہ اگر ایک فٹ پانی اونچا ہو گا تو نوشہرہ ڈوب جائے گا، کیا پچھلے سیلاب میں نوشہرہ نہیں ڈوبا، آپ کیا اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتے؟ آپ کو بچانے والا تو اللہ ہے۔ اس طرح ہم پاکستان کے عوام کو مفلوج کر رہے ہیں، پاکسان کی معیشت کو مفلوج کر رہے ہیں اس لئے ذمہ داری کا ثبوت دیں اور کالا باغ ڈیم اور دوسرے ڈیم بنائیں۔ یہ ہمیں کہتے ہیں کہ دو سو ڈیم نہیں بنے تو میری بہنوں اور بھائیو وہ پیسے کہاں ہیں جس سے ہم دو سو ڈیم بناتے، ہم نے وہ پیسے کہاں کھا لئے ہیں؟ آپ کے پاس پبلک اکاؤنٹس کمیٹی ہے، آپ بتائیں کہ ہم وہ پیسے دو سو ڈیم بنانے کے لئے کہاں

سے لاتے؟ ہماری خواہش تو یہ ہے کہ ہم دو سو نہیں بلکہ چھ سو ڈیم بنائیں لیکن جنھوں نے بنانے ہیں وہ ڈیم بنا نہیں رہے اور الزام ہمارے اوپر لگایا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! پنجاب حکومت اور یقیناً پاکستان کی حکومت کو بہت سے challenges کا سامنا ہے۔ ہمیں ان کو ناکامیاں نہیں کہنا چاہئے بلکہ challenges کہنا چاہئے اور ہمیں ان کا مقابلہ کرنا ہے۔ ہمیں دیانتداری سے محنت کرنا ہوگی۔ میرے حلقہ میں اٹھائیس سکول ہیں میں آج آپ کے سامنے سچ بول رہا ہوں کہ میں نے صرف اکیس سکولوں کا visit کیا ہے۔ میں تین سال کی اپنی political life میں سات سکولوں کا visit نہیں کر سکا یہی وجہ ہے کہ ہمارے پاس وقت نہیں ہے۔ ہمارے اوپر جو oversight کی ذمہ داری ہے۔ آج آئی جی پنجاب آپ کے نیچے ہے۔ آج آپ یہاں بات کرتے ہیں کہ ڈی ایس پی ہماری بات نہیں مان رہا۔ آپ بات کرتے ہیں کہ ایس ایچ او ہماری بات نہیں مان رہا تو ہم اپنا وزن تو بڑھائیں۔ مجھے وہ بات یاد آ گئی کہ میں نے 1971 میں انجینئرنگ پاس کی تھی۔ میں انٹر کلاس میں بیٹھ کر کراچی سے فیصل آباد آ رہا تھا تو ایک مولوی صاحب ٹرین میں سوار ہو گئے۔ ہم اس زمانے میں ایوب خان کی کرپشن کی باتیں کرتے رہے تو اس زمانے میں اس نے کہا کہ میری بات بھی سن لیں۔ میں بھیرہ کا رہنے والا بڑا غریب آدمی ہوں اور میرے ماں باپ پتا نہیں کس طرح مجھے کراچی یونیورسٹی میں پڑھا رہے ہیں۔ آج ہم موٹروے کی وجہ سے بھیرہ کا نام جانتے ہیں اس زمانے میں تو معلوم ہی نہیں تھا کہ بھیرہ کہاں ہے۔ اس نے کہا کہ ہم اتنے غریب ہیں کہ ہمارے گھر میں سالن نہیں پکتا، ہماری والدہ روٹی میں نمک کی چٹکی ڈالتی ہے تو کبھی ہم اچار اور کبھی گڑ کے ساتھ وہ روٹی کھاتے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ کرپشن کی بات کر رہے ہیں تو جس دن ماں سے غلطی سے نمک کی چھوٹی سی چٹکی زیادہ پڑ جاتی ہے تو ہر بچہ پوچھتا ہے کہ "لون کنے پایا اے" اگر آپ نے کرپشن ختم کرنی ہے تو تھوڑا سا نمک بڑھا دیں۔ یہ قاتل اور ڈاکو یہیں رہیں گے ان کے ہاتھ بہت لمبے ہیں اپنے اندر وہ نمک بڑھا لیں اور اپنے اندر اس نمک کو پیدا کریں جس سے آپ ان کو چیک کریں اور ان ڈاکوؤں کو ننگا کریں جس طرح سے میر اقائد اور پبلک اکاؤنٹس کمیٹی کا چیئرمین اسلام آباد میں بیٹھ کر جنگ لڑ رہا ہے۔ آپ کا بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ چوہدری عامر سلطان چیمہ!

چوہدری عامر سلطان چیمہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے مجھے بات کرنے کے لئے موقع دیا ہے۔ ہم پچھلے کچھ دنوں سے بجٹ پر بحث کر رہے ہیں۔ حکومت نے بجٹ پیش کیا اور اپوزیشن نے بجٹ پر بحث کا آغاز کیا دونوں اطراف سے مثبت تقاریر ہوئیں۔ یہاں کچھ تنقید

ہوئی اور کچھ حکومت نے اپنی ترجیحات بیان کیں۔بجٹ یقیناً حکومت کی ترجیحات کا تعین کرتا ہے۔ ہمارے آئین میں ہے کہ مالی سال شروع ہونے سے پہلے حکومت اپنے مالی سال کا بجٹ پیش کرے گی۔ یہاں پنجاب کا بجٹ بھی پیش کیا گیا،اس سے پہلے تین بجٹ موجودہ حکومت نے پیش کئے اور یہ چوتھا بجٹ تھا۔میں اس پر اپوزیشن کا ممبر ہونے کے ناتے تنقید یا تعریف نہیں کروں گا بلکہ میں اپنی بجٹ تقریر کو صرف ان چند تجاویز پر رکھوں گا جن پر ہم آگے چل کر اس صوبے کی ترقی کے لئے حکومت اور اپوزیشن کا کردار نبھا سکیں۔پنجاب کا بجٹ نعروں سے بھرپور شاہکار ہے کیونکہ اس کو ٹیکس فری بجٹ کا نام دیا گیا ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ یہ ایک مثالی بجٹ ہے جس میں ہم اغیار کی امداد نہیں لیں گے۔اس میں بہت ساری تعریفیں کی گئی ہیں۔یہاں کامران مائیکل صاحب نے بھرپور انداز سے تقریر کی یقیناً اچھی تقریر تھی جسے عوام، میڈیا اور ہم نے سنا۔وہ تقریر الفاظ کا خوبصورت گورکھ دھندا تھا۔اگر ان کے اعداد و شمار پر چلے جائیں اور ان سارے سلسلوں کو دیکھیں تو اس ٹیکس فری بجٹ میں نعروں کا تضاد پایا جاتا ہے۔اس سے مجھے تکلیف اور دکھ ہوا کہ بجٹ میں جو الفاظ کہے گئے ہیں کاش ان پر عمل بھی ہو سکے۔

جناب والا!اس سے پہلے 09-2008، 10-2009اور 12-2011 میں اسی طرح خوبصورت تقاریر کی گئیں جن میں بہت سارے دعوے کئے گئے لیکن عملی طور پر ان سالوں میں حکومت پنجاب نے اپنی ان ترجیحات میں جن کو اول ترجیح دی تھی، جن پر یہاں شاباش لینے کی کوشش کی تھی ان پر حکومت عمل پیرا نہیں ہوئی۔اس کی یہی وجہ ہے کہ جب leadership کے قول و فعل میں تضاد ہو تو پھر وہ deliverance نہیں دے سکتی۔یہاں good governance کا دعویٰ کیا جاتا ہے۔آج میں یہ نہیں کہوں گا کہ ہم مکمل ہیں کیونکہ ہم میں بھی غلطیاں ہیں۔یہ ترجیحات ہیں اور ایک کتاب ہے جس میں غلطیاں ہو سکتی ہیں لیکن اِن غلطیوں کو سمجھنا چاہئے۔اگر اپوزیشن نے اُن غلطیوں کی نشاندہی کی ہے تو میرے حساب سے اپوزیشن کی نشاندہیوں پر غلطیوں کو درست کرنا حکومت کا فرض ہے لیکن یہاں پر دوسرے الفاظ میں لے لیا جاتا ہے۔یہاں پر حکومتی ارکان تنقید سمجھ کر تکلیف کے زمرے میں لے جاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپوزیشن نے ان چیزوں کی نشاندہی کیوں کی ہے؟یہاں پر حکومتی اخراجات میں 25 فیصد کمی کا اعلان کیا گیا لیکن عملی طور پر ایسا نہ ہوا۔میں اِس کی یہی مثال دوں گا کہ حکومت اپنا vision clear کرتی ہے اور جو بجٹ میں اُس کا vision ہوتا ہے وہی آگے چل کر اُس کی جماعت کی پالیسیوں کی بھی بنیاد رکھتا ہے۔اس سے پہلے تین سالوں میں کچھ ایسی سکیمیں اپنائیں گئیں جن پر بڑا دعویٰ کیا گیا کہ ہم غریبوں کے لئے یہ مثالی سکیمیں لا رہے ہیں جن میں

فوڈ سپورٹ پروگرام، تنور پروگرام، ٹریکٹر سکیم اور بہت ساری ایسی سکیمیں شامل تھیں لیکن وہ آگے چل کر بند کیوں کی گئیں کیونکہ حکومت کا اپنا vision ہی clear نہیں تھا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! چودھری پرویز الٰہی صاحب کے دَور میں وہ سکیمیں جن میں 1122، ہسپتالوں کی ایمرجنسی میں ادویات کا مفت ملنا، تعلیم کے شعبے میں کتابوں کا مفت اور میٹرک تک تعلیم کا مفت ہونا، پانچ مرلہ کے گھروں پر ٹیکس مفت ہونا اور 25 ایکڑ تک کسانوں کے لئے ٹیکس مفت ہونا ایسی ترجیحات تھیں جو آج بھی چل رہی ہیں۔ اس سے نظر آتا ہے کہ اُن حکومتوں نے اپنا vision اور اپنی ترجیحات کو clear کیا کہ آئندہ آنے والی حکومتوں کو مجبوراً اُن سکیموں کو جاری کرنا پڑا۔ یہاں پر یہ ہو رہا ہے کہ موجودہ حکومت جس نے اپنی ترجیحات خود ہی تعین کیں، خود ہی بند کر دیا اور خود ہی اُس کتاب کو بند کر کے آگے کچھ نئے سہانے خواب دکھانے شروع کر دیئے جن میں اب ییلو کیب سکیم، آشیانہ ہاؤسنگ سکیم اور اس طرح کی اور بھی سکیمیں ہیں۔ اللہ کرے کہ جس طرح انہوں نے خوبصورت بجٹ پیش کیا ہے، یہ پچھلے تین چار سالوں کی طرح اسے ادھورا نہ چھوڑ دیں۔ اگر اِس بجٹ کو عملی جامہ پہنائیں گے تو میں بھی مسلم لیگی ہونے کے ناتے یہ کہوں گا کہ واقعی خوبصورت بجٹ تھا کیونکہ تکلیف ہوتی ہے کہ ایک مسلم لیگی حکومت کے قول وفعل میں ہی تضاد ہے۔ مسلم لیگی نے تو پاکستان کی بنیاد رکھی ہے اور یہ پاکستان کی خیر خواہی والی جماعت تھی لیکن پتا نہیں کہ اس مسلم لیگ کو کیا کر دیا گیا؟ مسلم لیگی ہونے کے ناتے مجھے تکلیف ہے اور میرے آنسو بہتے ہیں کہ یہاں پر کیا کچھ ہو رہا ہے؟ ایسا لگتا ہے کہ بجٹ میں محض پیچ ورک کیا گیا ہے، اس سے معاشی بحران بڑھے گا کیونکہ اس بجٹ میں کوئی معاشی پالیسیاں واضح ہی نہیں کی گئیں۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ بجائے اس کے کہ ہم وفاقی حکومت سے جیسے میرے بھائی ابھی بات کر رہے تھے کہ این ایف سی سے ہمیں کچھ حاصل نہیں ہوا لیکن موجودہ این ایف سی ایوارڈ سے حکومت پنجاب کو پچھلے سالوں کی نسبت 100۔ ارب روپے زیادہ ملیں گے۔ باقی ترجیحات یہاں پر حکومتوں نے خود ہی بنانا ہوتی ہیں۔ اِن کے پاس sources ہیں جیسے معدنیات، پراپرٹی ٹیکس اور اٹھارہویں ترمیم کے بعد اِن کے پاس ٹیکس کے اخراجات بڑھانے کے بہت سارے وسائل ہیں لیکن اُن پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ انہوں نے اپنے Divisible Pool کو مدنظر ہی نہیں رکھا کہ ہم کس طرح taxation کر کے اِن معاملات کو بڑھا سکتے ہیں۔ کاش کہ بہتر taxation کی جاتی اور ایسے نئے ٹیکس لگائے جاتے جیسے ہمارے دَور میں فاضل بجٹ پیش ہوتا تھا اور بہتر taxation کی جاتی تھی۔ چونکہ ہمارا فاضل بجٹ تھا جس

کو خسارے کے بجٹ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔اُس خسارے کو پورا کرنے کے لئے ایسی معاشی پالیسیوں کو اپنایا جاتا تو یقیناً یہ ایک بہترین اور بے مثال بجٹ ہوتا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر!یہاں پر کہا گیا کہ ہم نے غیر ملکی امداد کو خیر باد کہہ دیا ہے جبکہ بجٹ کے documents واضح کرتے ہیں کہ اس میں 48 بلین روپے کے غیر ملکی قرضہ جات جن میں 19۔ارب روپے کے projects loans بھی شامل ہیں، ہمیشہ receipts and expenditures کا ملاپ دیکھا جاتا ہے۔اس سال بھی 654۔ارب 67 کروڑ روپے کا بجٹ اعداد و شمار میں تو کافی بہتر نظر آتا ہے اور اُس کے expenditures کو بھی اسی طرح ہی دکھایا جاتا ہے لیکن اگر پچھلے سال 2010-11 پر جائیں تو receipts اور expenditures میں کافی فرق آ رہا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے صوبہ کی financial management ناکارہ ہو چکی ہے جس میں خامیاں ہیں اور اُن خامیوں کو دُور کرنے کے لئے ہمارے پاس شاید proper vision اور proper team نہیں ہے جو اُن خامیوں کو دُور اور بہتر کر سکے تاکہ ہمارے receipts and expenditures میں فرق واضح نہ ہو اور اُس کو بہتر سے بہتر کیا جا سکے۔

جناب سپیکر!یہاں پر سب سے پہلے بنیادی بات جو دکھائی گئی وہ تعلیم کے حوالے سے ہے کیونکہ تعلیم ہی ایسا بنیادی ہتھیار ہے جو حاصل ہو تو یقیناً صوبہ میں ترقی بھی ہو سکتی ہے اور اُس سے بھی ہماری بہتر taxation ہو سکتی ہے۔بجٹ میں تعلیم کے بجٹ کو دیکھا جائے تو نہ ہونے کے برابر ہے۔ دانش سکول بنائے جا رہے ہیں جو اچھی بات ہے، ضرور بنائیں لیکن لگتا ایسے ہے کہ دانش سکول دراصل ٹھیکیداروں کے لئے منافع کمانے کا ایک ذریعہ ہیں۔اگر غریب اور ذہین طلباء کو انہی سرکاری اخراجات پر کسی اچھے اداروں میں داخلہ دلوا دیا جاتا تو میرے حساب سے یہ زیادہ بہتر ہوتا، وہ اُن proper سکولوں کالجوں میں پڑھ کر ایک اچھا اور ہونہار طالب علم بن کر اُبھرتے اور اپنا غریب اور ایلیٹ کلاس کا فرق محسوس نہ کرتے لیکن یہاں پر دانش سکول پر ایک label لگا دیا گیا ہے کہ یہ غریب کا سکول ہے اور غریب کو پھر یہی بتایا جا رہا ہے کہ تم غریب ہو اور غریب ہی رہو گے۔مجھے تکلیف اس بات کی ہے کہ اس میں غریب کا label نہیں لگنا چاہئے تھا بلکہ اِن سکولوں پر یہ label لگنا چاہئے تھا کہ یہ ایلیٹ کلاس کے سکول ہیں۔غریب کی psyche کے ساتھ کھیلا گیا ہے اور اُس کو وہی psyche دکھائی گئی ہے کہ تم نفسیاتی طور پر غریب کے غریب ہی ہو۔کاش کہ اُس کو broad up کیا جاتا، کاش کہ اُس کو یہ بتایا جاتا کہ تم محنت کرو گے اور تعلیم حاصل کرو گے تو ایک اچھے انسان بنو گے کیونکہ تعلیم ایک ایسا زیور ہے جو چوری ہو سکتا ہے

نہ اس پر ڈاکا ڈالا جا سکتا ہے بلکہ تم اس زیور کو حاصل کر کے اُس ایلیٹ کلاس میں بیٹھ سکتے ہو جس میں یہ امراء بیٹھے ہوئے ہیں جہاں پر یہ ایلیٹ کلاس والے بیٹھ کر وسائل کو لوٹ رہے ہیں۔ تم وہاں بیٹھ کر لوٹ نہیں سکتے بلکہ وہاں بیٹھ کر تم اُن لوگوں کو یہ سبق دے سکتے ہو کہ غریب کا بچہ آج اس بڑے مقام پر آ گیا ہے، غریب کا بچہ آج ایوان وزیر اعلیٰ میں بیٹھ کر وزیر اعلیٰ بنا بیٹھا ہے اور غریب کا بچہ آج ایوان وزیر اعظم میں وزیر اعظم بنا بیٹھا ہے۔ ہمیں اُس کے ذہن میں یہ چیزیں بٹھانی تھیں جبکہ دانش سکولوں سے ہم نے غریب کی نفسیات سے کھیلتے ہوئے ایک label لگا دیا ہے کہ یہ ایک غریب کے لئے ہے اور غریب ہی اس میں پڑھیں گے۔ ہم نے غریب کی نفسیات سے جو گھناؤنا کھیل کھیلا ہے مجھے اس پر بھی بہت دکھ ہوا ہے۔

جناب سپیکر! پبلک سیکٹر میں پرائمری ایجوکیشن سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہوتی ہے لیکن اُس پر توجہ یہ ہے کہ missing facilities کے نام پر برائے نام پیسے رکھے گئے ہیں۔ ہمارا میڈیا ماشاء اللہ اتنا تیز ہے کہ اکثر و بیشتر پرائمری سکولوں کی حالت کو دکھایا جاتا ہے۔ پچھلے دنوں مبشر لقمان نے پرائمری سکولوں کی حالت دکھائی کہ وہاں پر جانور بندھے ہوئے ہیں۔ سکولوں میں اساتذہ ملتے نہیں ہیں۔ کاش کہ ہم اساتذہ کی ٹریننگ پر توجہ دیتے، کاش کہ ہم ان پرائمری سکولوں کی buildings کو بہتر کرتے، ان میں فرنیچر اور دوسری سہولتیں دیتے تاکہ بچوں کو اچھی سے اچھی تعلیم دی جا سکتی۔ یہاں پر لیپ ٹاپ کے نام پر اربوں روپے رکھا گیا کہ لیپ ٹاپ بانٹے جائیں گے لیکن اس کا کوئی تعین نہیں کیا گیا کہ وہ کس طرح دیئے جائیں گے؟ اگر ہمارے پاس بنیادی سہولتوں کے لئے اور پرائمری سکولوں کے بنیادی انفراسٹرکچر کے لئے فنڈز نہیں ہیں لیکن لیپ ٹاپ بانٹنے کے لئے فنڈز ہیں تو میرے حساب سے لیپ ٹاپ بانٹنے کا naturally یہ ایسا سلسلہ ہو گا کہ انہیں بڑے اور بااثر لوگ اپنے گھروں میں لے جائیں گے پھر وہ اپنے بچوں کو دیں گے جو ان پر گیمز کھیلیں گے اس لئے تعلیم حاصل کرنے والوں تک یہ چیز نہیں پہنچ سکے گی۔

جناب سپیکر! اسی طرح سکولوں کی اپ گریڈیشن کا بڑا ذکر اور چرچا کیا جاتا ہے۔ سکول اپ گریڈ کر دیا جاتا ہے، میرے اپنے ضلع سرگودھا کی میری constituency میں موجودہ حکومت نے پچھلے تین سالوں میں بائیس سکولوں کو اپ گریڈ کیا ہے لیکن افسوس کہ بلڈنگ بن گئی ہے، اگر مڈل سکول بنایا تو 38 لاکھ روپے لگا ہو گا جبکہ ہائی سکول کا 48 یا 50 لاکھ روپے لگا ہو گا مگر بلڈنگ بن گئی ہے لیکن سٹاف مہیا نہیں کیا جا رہا۔ ایسی بلڈنگ کو کیا کرنا ہے جہاں سٹاف ہی مہیا نہ کیا جائے۔ میں نے اس کے لئے اسمبلی کے

فورم کو استعمال کیا، questions کئے، تحریک التوائے کار لایا لیکن جواب ایک ہی ملتا تھا کہ ضلعی حکومت کے پاس فنڈز کی کمی ہے لہذا سٹاف مہیا نہیں کیا جا سکتا۔ کیا یہ بجٹ بناتے وقت سکولوں کی اپ گریڈیشن کے لئے سٹاف مہیا کرنے کے اسباب نہیں بنا سکتے تھے؟ کیا یہ اچھا نہ ہوتا کہ ضلعی حکومت میں جہاں پر فنڈز نہیں ہیں وہاں پر ایسا فنڈ allocate کر دیا جاتا جس سے ان سکولوں کو سٹاف مہیا ہو جاتا اور وہ سکول operational ہو جاتے لیکن ایسا کہیں بھی کسی بھی page پر کوئی منصوبہ مجھے نظر نہیں آیا جس میں اپ گریڈ ہونے والے سکولوں میں سٹاف مہیا کرنے کی بات ہو۔ بلڈنگ تو بن گئی ہے اور وہاں پر لوگوں نے اپنے جانور ہی باندھنے ہیں۔ اس بلڈنگ کا غلط طریقے سے استعمال ہونا ہے جس سے اس کے دروازے اور فرش خراب ہونے ہیں۔ میں تو کہوں گا کہ نشئی اور منشیات فروش اپنی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس کے دروازے اور کھڑکیاں فروخت کریں گے۔ وہاں پر سٹاف ہے نہ چوکیدار اور اس کی دیکھ بھال بھی نہیں ہو گی تو naturally ان پر لگی ہوئی رقم میرے حساب سے ضائع ہو رہی ہے۔ یہی بات مجھے تکلیف دیتی ہے،۔ بجٹ تقریر تو بہت اچھی ہے لیکن مجھے یہی بات تکلیف دیتی ہے جو میں آج آپ کے سامنے بار بار بیان کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! اسی طرح دیکھا جائے تو 38.9 بلین روپے اس سال تعلیم کے لئے دیا گیا ہے اور اس پر 6 فیصد اضافہ پچھلے سال کی نسبت دکھایا گیا ہے لیکن پھر وہی قول و فعل میں تضاد کہ پچھلے سال بھی 34.8 بلین روپے رکھا گیا تھا جسے revise کر کے 23.328 بلین روپے کر دیا گیا مگر پھر بھی وہ خرچ نہ کیا جا سکا اور 9.472 بلین روپے بچ گیا۔ کیا ہم اس انفراسٹرکچر کو، کیونکہ books میں تو بہت کچھ ہے اور اس دفعہ بھی ہم نے 220 بلین روپے کا ADP دے دیا ہے لیکن پچھلے سال کی طرح اور اس سے پچھلے سال کی طرح اس کا بھی وہی حشر ہونا ہے کہ پہلے cut لگانا ہے، اس کا سائز کم کرنا ہے اور وہ سائز جو کم کرنا ہے پھر اس سائز کو بھی پورا نہیں کرنا اور اس سائز پر بھی پوری طرح عملدرآمد نہیں ہونا اور کہنا کہ ہم نے 80 سے 90 فیصد utilize کر لیا جبکہ دیکھا جائے تو جتنی allocation ہوئی ہے تو پچھلے تین چار سالوں سے 45 فیصد سے زائد utilization of funds ہو ہی نہیں سکا۔ وجہ کیا ہے کہ ہمارے ہاں وہ انفراسٹرکچر نہیں ہے، ہمارے ہاں وہ ٹیم نہیں ہے اور وہ spirit نہیں ہے جو کہ ان منصوبوں کو پورا کر سکے؟ ایم پی ایز کو جو 80 لاکھ روپے کے فنڈز سالانہ دیئے جاتے ہیں، اس سال بھی ان کی سکیمیں پچھلے سال جولائی اگست میں لے لی گئیں لیکن فنڈز اس سال فروری میں دیئے گئے جن کی approval ہوتے ہوتے مارچ اپریل آ گیا اور آج وہ سکیمیں چل رہی ہیں تو کیا 30۔ جون تک وہ سکیمیں مکمل ہو جائیں گی؟ کیا ان

سکیموں کا معیار وہ ہو سکے گا جو ان booksمیں تعین کیا جاتا ہے کہ یہ معیار ہونا چاہئے؟naturally، 30۔ جون تک کنٹریکٹرز انہیں جلد بازی میں بنائیں گے اور پھر وہی حشر ہوگا کہ پیسے کا ضیاع اور وہی سب کچھ کہ کنٹریکٹرز اپنے پیسے پورے کریں گے اور naturallyیہ رشوت کچھ کنٹریکٹرز اور افسران کی جیبوں میں جائے گی۔ ہم ایسا ماحول اور ایسی چیز خود ہی مہیا کر دیتے ہیں کہ ان آفیسرز اور ان ٹیکنوکریٹس کو خود ہی موقع مل جاتا ہے کہ انہوں نے کس طرح سے اپنی جیبیں بھرنی ہیں۔

جناب سپیکر! میں چند محکموں کی بات کروں گا کیونکہ حکومت کی ترجیحات ہوتی ہیں اور حکومت کے initiate کے بنیادی departments ہیں۔ اگر صحت کے حوالے سے دیکھا جائے تو صحت کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی گھناؤنا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ ادویات کی مفت فراہمی کا اعلان کیا گیا تھا اور یہ وہی سلسلہ جو چودھری پرویز الٰہی صاحب نے اپنے دور میں ایمرجنسی میں شروع کیا جسے انہوں نے اپنے 2008-09 کے پہلے بجٹ میں جذبات میں آ کر اعلان کر دیا کہ مفت ادویات کی فراہمی ایمرجنسی ہی میں نہیں بلکہ ٹیچنگ ہسپتالوں کی ایمرجنسی کے علاوہ غریب غرباء کو بھی مفت فراہم ہوں گی لیکن یہ ایمرجنسی میں ہی پوری نہ کر سکے اور باقی کہاں پوری کرنی تھیں۔ وہاں پر بھی ان کے vision میں تضاد نظر آیا۔

جناب سپیکر! ڈسٹرکٹ اور تحصیل ٹیچنگ ہسپتالوں میں ادویات کی عدم دستیابی، ڈاکٹروں کی کمی اور اگر دیکھا جائے تو تین چار ایسی مہلک بیماریاں جن میں ہیپاٹائٹس اور ٹی بی جیسی بیماریوں پر عدم توجہی یعنی یہ ایسی مہلک بیماریاں ہیں جن پر ہمیں مہم چلانی چاہئے تھی اور معزز ممبران کو اس مہم میں شامل کرنا چاہئے تھا کیونکہ یہ اپنے اپنے حلقوں کی نمائندگی کرتے ہیں لیکن ان سے کسی نے تجویز نہیں لی۔ ان سے تو کوئی نہیں پوچھتا کہ ایک غریب آدمی جو ہیپاٹائٹس یا ٹی بی جیسے مہلک مرض میں تڑپ رہا ہے اور اسے دوائی مل جائے۔ دوائی نہیں ملتی بلکہ وہ دوائی بااثر لوگ ہی لے جاتے ہیں۔ ایسے ہی ٹیچنگ ہسپتالوں میں پروفیسرز صاحبان کی غیر حاضری، نجی ہسپتالوں میں ان کا وقت دینا یہ وہ سارے معاملات ہیں جو کہ حکومت کی command کو چیلنج کرتے ہیں اور حکومت کے vision کو چیلنج کرتے ہیں۔ حکومت کو prove کرنا چاہئے تھا کہ ہماری گرفت معاملات پر مضبوط ہے اور ہم ان لوگوں کو اصل مقام پر لائیں گے لیکن ان معاملات پر توجہ ہی نہیں دی جاتی۔ پھر بہانہ وہی کہ ہمیں حالات نے آڑے ہاتھوں لیا، سیلاب آ گیا اور ہمیں موقع نہیں مل سکا۔ یہ بہانے تو رہتے ہیں اور بہانے مل جاتے ہیں لیکن اگر ترجیحات

ہوں تو وہ معاملات بھی ہم درست کر سکتے ہیں جو قدرتی آفات کی صورت میں پیش آتے ہیں اور ان معاملات کو بھی ہم بہتر طور پر درست کر سکتے ہیں جو کہ ہماری سالانہ ترجیحات میں شامل ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! منصوبوں کو ادھورا چھوڑ دینا اور پھر خاص طور پر لاہور شہر کی اگر مثال لی جائے تو لاہور کے ہسپتالوں جہاں پر شاید پنجاب بھر کے مریضوں نے آنا ہوتا ہے۔ میو ہسپتال میں سرجیکل ٹاور کے قیام کا اعلان کیا گیا، اس منصوبے کو دیکھ لیں کہ وہ ادھورا پڑا ہوا ہے۔ سروسز ہسپتال میں نئے آؤٹ ڈور بلاک کا منصوبہ اسی طرح ادھورا پڑا ہوا ہے۔ ریڈیالوجی ڈیپارٹمنٹ کی اپ گریڈیشن کی حالت دیکھ لیں، سرگنگارام ہسپتال کی تزئین وآرائش اور جنرل ہسپتال کے ماسٹر پلان کا منصوبہ بھی پچھلے چار سالوں سے ادھورا ہی نظر آ رہا ہے اور یونہی نظر آ رہا ہے کہ اس پر صرف اور صرف ٹھیکیداروں اور کنٹریکٹروں کو ہی فائدہ دیا جاتا ہے جبکہ عام اور غریب آدمی تک اس کے ثمرات نہیں پہنچ پا رہے، دکھ ہوتا ہے کہ یہ معاملات ایسے ہی چل رہے ہیں۔

جناب سپیکر! اسی طرح اگر زراعت اور آب پاشی کو دیکھیں تو اس پر بھی کوئی خاص توجہ نہیں دی گئی۔ زراعت naturally ہماری ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اور زراعت سے ہی ہم اپنے معاشی حالات کو بہتر کر سکتے ہیں۔ زراعت، لائیوسٹاک، فاریسٹری اور آب پاشی جیسے اہم محکمے ہیں جن سے صوبہ بہت سارے وسائل generate کر سکتا ہے، جن سے صوبہ کو ترقی دی جا سکتی ہے لیکن اس پر کوئی خاطر خواہ توجہ نہیں دی گئی۔ آبپاشی کے حوالے سے اگر دیکھا جائے تو وہ منصوبہ جات جو چودھری پرویز الٰہی صاحب کے دور میں شروع ہوئے تھے ان کو بھی ادھورا چھوڑ دیا گیا اور ان منصوبہ جات کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچایا گیا۔ اگر وہ منصوبہ جات پایہ تکمیل تک پہنچ جاتے تو آج بہت بہتری ہوتی۔ تونسہ بیراج پر 10۔ارب روپے سے جو اس کی rehabilitation ہوئی ہے اس کے ثمرات آج بھی آ رہے ہیں۔ ہمارے دور میں خانکی بیراج فائنل ہو گیا تھا اور اس کے فنڈز تعین کر دیئے گئے تھے لیکن انہوں نے پچھلے چار سال میں اس منصوبے کو ادھورا چھوڑا، اسے ADP میں show کیا کہ ہم اس منصوبے کو بنائیں گے لیکن اس حوالے سے کوئی خاص ترجیح نہیں ہے۔ پاور سیکٹر کی انرجی ڈیپارٹمنٹ الگ بنا دیا گیا اور کہا گیا کہ ہم بجلی پیدا کریں گے جبکہ 09-2008 کے بجٹ میں بھی یہی بات کی گئی تھی لیکن پچھلے چار سال میں اس پر implement نہ ہو سکا۔ یہی وہ قول وفعل میں تضاد ہے جس کا میں ذکر کر رہا ہوں کہ ہم کہتے کچھ ہیں اور کرتے کچھ ہیں۔ کاش کہ ہم نے ماضی سے سبق سیکھا ہوتا، کاش کہ ہم ان حکمرانوں سے سبق سیکھتے جنہوں نے عوام کے لئے بہت سارے نعرے لگائے لیکن عوام کے لئے کوئی عملی کام نہ کیا اور ان کا حشر

کیا ہوا؟ ہم یہ باتیں پھر کر کے، ماضی کی غلطیوں کو دہرا کر کیا ہم پھر سے ایک مسلم لیگی حکومت کو ان اندھیروں میں پھینکنا چاہتے ہیں جن اندھیروں میں یہ پہلے چلے گئے تھے؟ وہاں سے بڑی مشکل سے اللہ تعالیٰ نے ان کو معافی دی اور اقتدار دیا تو کیا یہ پھر انہی معاملات کو انجام تک پہنچانا چاہتے ہیں؟ یہاں ADP میں انہوں نے اس دفعہ ایک عجیب سلسلہ بنایا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ 220۔ارب روپے کا پراجیکٹ تو رکھا لیکن اس کی utilization اگر پچھلے تین چار سالوں میں دیکھی جائے تو وہ پوری نہ تھی۔ اس دفعہ انہوں نے اس پر ایسا کام کیا کہ جو unfunded سکیم چلی آ رہی تھی انہیں ان سکیموں کو مکمل کرنا چاہئے تھا لیکن ان کو complete کرنے کے بہانے، پچھلے سالوں میں blocked allocation رکھی جاتی تھی اس دفعہ ایسا کیا ہے کہ blocked allocation رکھی ہے تاکہ ہم اپنے چاہنے والے لوگوں کو accommodate کر سکیں۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بے نام سکیموں کے لئے 30۔ارب روپیہ بھی رکھ دیا ہے اور blocked allocation کو fast moving and unfunded new schemes کا نام دے دیا ہے۔ ایک blocked allocation الگ رکھی گئی ہے، ایک fast moving unfunded schemes کے لئے الگ سے پیسا رکھ دیا گیا ہے۔ یہ وہ پیسا ہے جس کا کوئی پتا نہیں ہے کہ اس پر کیا priorities ہوتی ہیں؟ وہ صرف اور صرف naturally ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب کی صوابدید پر ہو گا۔ وہ جس کو چاہیں گے اس کو بانٹیں گے، جس سکیم کو چاہیں گے اس کو چلائیں گے۔ حالانکہ انہیں وہاں سے شروع کرنا چاہئے تھا کہ جو ہماری بہت ساری unfunded سکیمیں ہیں جن پر 80 فیصد کام ہو چکے ہیں۔ ایسی سکیمیں بہت سارے ہسپتالوں میں، بہت سارے سکولوں میں اور بہت ساری سڑکوں پر ہیں۔ اگر ہم ان معاملات کو مکمل کر لیتے، ان سڑکوں کو مکمل کر لیتے، ان کی اس بجٹ میں ترجیحات بنالی جاتیں، تحریری طور پر ان سکیموں کو show کر دیتے اور وہ سکیمیں reflect ہونی چاہئیں تھیں، اگر ایسا کر دیا جاتا تو واضح پتا چل جاتا کہ کون کون سی سکیموں کو لیا جا رہا ہے۔ دکھ کی بات یہ ہے کہ یہ سکیمیں 80 فیصد مکمل ہو جاتی ہیں اور 20 فیصد کے لئے فنڈز رہ جاتے ہیں۔ اس طرح سے اس سکیم کو unfunded کر دیا جاتا ہے، اس کے لئے کوئی فنڈ نہیں رکھے جاتے اور وہ کروڑوں اربوں روپیہ ضائع ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا کہ ٹھیکیداروں کو نوازنے کے لئے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ ایسا لگ رہا ہے کہ یہ حکومت بھی ٹھیکیداروں کے حوالے کر دی گئی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! حکومت کا عوام کے لئے اس سے پہلے روٹی کا نعرہ تھا جو ادھورے کا ادھورا رہ گیا۔ ہمیں قیمتوں میں کمی کے لئے بھی کوئی معاملات تعین کرنے چاہئیں تھے۔ اس ہاؤس نے پچھلا ضلعی

حکومتی نظام تبدیل کر کے نیا کمشنری نظام بحال کیا ہے۔ اس میں ہمیں مجسٹریٹ کو پاور دے کر قیمتوں میں کمی کے لئے کوئی، سلسلہ کوئی ایسا mechanism بنانا چاہئے تھا جس سے قیمتیں کم ہو سکیں۔ یہاں پر ہم صرف issues کی سیاست کر رہے ہیں اور نعرے لگا رہے ہیں۔ ہم فیڈرل گورنمنٹ پر تو تنقید کرتے ہیں لیکن اپنے گریبانوں میں نہیں جھانکتے کہ ہم کیا کر رہے ہیں؟ اگر فیڈرل گورنمنٹ غلطیوں پر ہے تو ہم اس سے بھی بدتر اور بر تر غلطیاں کرتے جا رہے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

کاش کہ اس کا کوئی mechanism بنا لیا جاتا اور قیمتوں کو کم سے کم کیا جاتا۔ آج ہم کہتے ہیں کہ پٹرول کی قیمت بڑھ گئی ہے، بجلی نہیں مل رہی ہے۔ صوبائی حکومت کا بھی تو کچھ فرض ہے، کیا ہم اپنے اس فرض سے چھٹکارا حاصل کر چکے ہیں؟ لگ تو ایسا ہی رہا ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بات کی کہ پچھلے سال flood آیا تو اس کے لئے ہمیں ہر چیز پر cut لگانے پڑے۔ ہمیں اپنے ADP کو short کرنا پڑا لیکن اس دفعہ ہم نے فلڈ ریلیف کے لئے کوئی فنڈز نہیں رکھے، صرف تھوڑے سے فنڈز رکھے ہیں۔ اگر اس سال پھر خدانخواستہ جو Meteorological Department بتا رہا ہے کہ موسم کے حالات ایسے ہوں گے کہ بارشیں ہوں گی۔ پھر ہماری ایسی کیوں ترجیحات ہیں؟ پھر ہم کیا دوبارہ انہی سکیموں کو cut لگائیں گے اور کہیں گے کہ 220 بلین روپے کا بجٹ ہے ہمیں آفت نے آن گھیر لیا اور ہم نے اس کو 100 بلین روپے پر کر دیا؟ اس پر ہم بڑا افسوس کرتے ہیں اور اگلی دفعہ پھر یہی پڑھ دیا جائے گا۔

جناب والا! جنوبی پنجاب کا بڑا نعرہ لگایا گیا کہ جنوبی پنجاب کو ہم نے 70۔ارب روپے دے دیا۔ بڑی اچھی بات ہے اور میں اس میں اپوزیشن اور خاص طور پر پاکستان پیپلز پارٹی کو کریڈٹ دوں گا کہ ان لوگوں نے یہ movement اٹھائی کہ جنوبی پنجاب کا صوبہ الگ بننا چاہئے۔ پھر اس سے ان کو کچھ شرم آئی کہ ہمیں جنوبی پنجاب کو کچھ نہ کچھ دینا چاہئے۔ پچھلے سال بھی جنوبی پنجاب کے نام پر ایک گھناؤنی سازش کی گئی تھی۔ پچھلے سال بھی کہا گیا تھا کہ ہم نے جنوبی پنجاب کو فنڈز مہیا کر دیئے ہیں لیکن وہاں پر کوئی کام نہ ہو سکا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ ہمارے پیارے بھائی سردار دوست محمد خان کھوسہ جب وزیر اعلیٰ بنے تو انہوں نے سب سے پہلے ڈی جی خان میں جا کر میڈیکل کالج کا سنگ بنیاد رکھا۔ آج چوتھا بجٹ ہے وہ میڈیکل کالج ابھی بھی unproved سکیم میں آ رہا ہے۔ اس سال کہا گیا کہ ہم چار میڈیکل کالج بنائیں گے۔ سیالکوٹ، گوجرانوالہ اور اس میں ڈیرہ غازی خان کا نام پھر آ رہا ہے۔ جب اس کا سنگ بنیاد رکھ دیا گیا تھا اب تو میڈیکل کالج کی عمارت بن جانی چاہئے تھی لیکن میرا خیال ہے کہ الفاظ کا گورکھ دھندا ہی چلے گا۔ یہاں کچھ نہیں ہوگا، یہاں بس خوبصورت تقریریں ہی ہوں گی، خوبصورت اعداد و شمار بتائے

جائیں گے اور بابو ہمارا ہم پر راج کرے گا۔ بابو سے تو ہم خود راج کروا رہے ہیں اپنی نالائقیوں اور کوتاہیوں سے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا!اب میں لاء اینڈ آرڈر کا ذکر کروں گا۔ اگر اس کو دیکھا جائے تو انصاف تک رسائی پروگرام کے لئے کوئی رقم نہیں رکھی گئی جبکہ پچھلے سال اس میں مقدمات کو جلد از جلد نمٹانے اور انصاف ممکن بنانے کے لئے 11-2010 میں 5 کروڑ روپے رکھے گئے تھے جبکہ اس پر 47 کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا تھا۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ wind up کریں۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: جناب سپیکر! میری تھوڑی سی تقریر رہتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: آدھا گھنٹہ تھا اس سے بھی پانچ منٹ اوپر ہو گئے۔

چودھری عامر سلطان چیمہ: اس میں اگر دیکھا جائے تو دہشت گردی اور جعلی پولیس مقابلوں پر توجہ دی گئی۔ پولیس کے انفراسٹرکچر پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے جبکہ اس پر خاص طور سے توجہ دینی چاہئے تھی۔ آج بھی اگر دیکھا جائے تو انسداد دہشت گردی لاہور کی عدالت میں جج موجود نہیں ہے تو ہم نے کیا مقدمات نمٹانے ہیں، پراسیکیوٹر جنرل کی سیٹ خالی پڑی ہے تو ہم نے اس پر کیا ترجیحات دینی ہیں؟ اگر دیکھا جائے تو آج بھی آئی ایس آئی بلڈنگ اور جیو ٹی وی بلڈنگ پر جو دہشت گردی ہوئی تھی ان کے مقدمات صرف ہماری اپنی نالائقیوں اور کوتاہیوں کی وجہ سے pending پڑے ہوئے ہیں۔ کیا دہشت گردی ہماری اوّلین ترجیح نہیں ہے؟ اگر ترجیح ہے تو اس کے لئے فنڈز رکھے جاتے۔ حکمرانوں نے بجٹ میں ذاتی تشہیر کے لئے اخبارات میں اشتہار تو دے دیئے ہیں لیکن عملی کام نہیں کیا گیا۔ اس بجٹ سے مہنگائی، بے روزگاری اور عوامی مشکلات میں اضافہ ہو گا اس میں کوئی بہتری نہیں لائی جا سکے گی۔ میں کہوں گا کہ خدارا ہم اپنے آپ کو کچھ بہتر کریں۔ میں آشیانہ ہاؤسنگ سکیم سرگودھا کا ذکر کرنا چاہتا ہوں، آج میں نے اس کا اشتہار دیکھا ہے۔ جو جگہ وہاں تعین کی گئی ہے وہ سیم زدہ جگہ ہے وہاں پر کیا مکان بنا سکیں گے؟ ہمارے معزز ممبر جو اس کے چیئر مین ہیں شیخ علاؤالدین نے مجھے خود بتایا ہے کہ وہ جگہ اس قابل نہیں ہے کیونکہ وہاں میٹھا پانی دستیاب نہیں ہے بلکہ وہ سیم کا علاقہ ہے۔ آج سے دس سال پہلے ہاؤسنگ ڈیپارٹمنٹ نے تین مرلہ سکیم بنائی تھی وہاں پر ایک بھی عمارت نہیں بن سکی اور انہوں نے اسی جگہ کو آشیانہ ہاؤسنگ سکیم کے نام پر مخصوص کر دیا ہے۔ انہوں نے جو تین مرلہ کے گھر 11 لاکھ 90 ہزار روپے میں تیار کر کے دینے ہیں یعنی تقریباً 4 لاکھ روپے فی مرلہ میں گھر بنائے جائیں گے جبکہ لاہور

میں ایک پرائیویٹ ہاؤسنگ سیکٹر نے ساڑھے تین مرلہ کے 3 لاکھ 85 ہزار روپے کے پلاٹ دینے کا اشتہار آج اخبار میں دیا ہوا ہے۔ اگر اس پر پانچ لاکھ گھر تعمیر کرنے پر لگا دیا تو 8 لاکھ 85 ہزار روپے میں گھر مکمل ہو گا۔ یعنی انہوں نے 12 لاکھ روپے میں بنانا ہے اور وہ 8 لاکھ 85 ہزار روپے میں بنے گا۔ انہوں نے 3 لاکھ روپے کا profit رکھا ہے۔ یہ غریبوں کے نام پر بزنس ہو رہا ہے اور غریبوں کے لئے کچھ نہیں ہو رہا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میری یہی گزارشات تھیں کہ کاش ہم ماضی سے سبق سیکھتے لیکن ہمارے موجودہ حکمرانوں نے ماضی سے کچھ سبق حاصل نہیں کیا۔ ان کا بھی پروگرام یہی ہے کہ اب جب الیکشن آئیں گے تو ان کے ساتھ وہی حشر ہو گا جو ماضی کے حکمرانوں کا ہوتا آیا ہے۔ اب جدہ نہیں شاید انہیں کہیں اور جانا پڑے گا۔ بہتر یہی ہے کہ یہ اپنے معاملات کو درست کریں، جو کرپشن سے پاک ادارے ہیں ان کو مضبوط کرنا چاہئے۔ انٹی کرپشن کے اداروں کو مضبوط کرنا چاہئے تاکہ ہم معاشرے کو کرپشن سے پاک کر سکیں۔ پھر یہ الزام لگانا کہ نیب نے ہم سے زیادتی کی اور آئندہ میں یہ کہوں گا کہ اگر یہی حالات رہے اور صوبہ پنجاب میں یہی کرپشن رہی تو پھر آئندہ آنے والی نیب ہو گی جب ان حکمرانوں کو دبوچے گی تو پھر یہی کہیں گے کہ ہمارے ساتھ زیادتی کی جا رہی ہے۔ ہمیں سیاسی انتقام کا نشانہ بنایا جا رہا ہے تو وہ سیاسی انتقام کا نشانہ نہیں ہو گا بلکہ وہ یہی ان کے کرتوت ہوں گے، یہی قول و فعل کا تضاد ہو گا اور ان کو انشاء اللہ تعالیٰ ضرور سزا ملے گی۔ یہ میری بھی دعا ہے، میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے اور میں بار بار اپنی یہی بات کر رہا ہوں کہ یقیناً میری بھی آہ ان حکمرانوں کو لگے گی جو اس صوبے کے وسائل کو اپنے ذاتی وسائل سمجھ کر خرچ کر رہے ہیں۔ میں آخر میں یہی کہوں گا کہ جنوبی پنجاب کو صوبہ بنائیں بیشک اس کا وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف خود یا رشتہ دار کو بنا دیں۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ جنوبی پنجاب کو صوبہ بنائیں گے، صوبہ بنائیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، جناب ثناء اللہ خان مستی خیل صاحب! ہاؤس کا وقت ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے پنجاب کے مالی سال بجٹ 12-2011 پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا ہے۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! پنجاب اسمبلی کے باہر ایک جلوس آیا ہوا ہے۔ وہ کسی آدمی کو اسمبلی میں داخل ہونے دے رہے ہیں اور نہ ہی اسمبلی سے نکلنے دے رہے ہیں۔ ایک کیمیکل فیکٹری میں کوئی حادثہ ہوا ہے، اس سلسلہ میں وہ تمام لوگ باہر ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ ان کی بات سننے کے لئے کسی بااختیار وزیر کو جو ڈیلی ویجز پر نہ ہوں، باہر بھیجیں اور وہ ان کے مسائل سن کر حل کروائیں تاکہ لوگ اسمبلی میں آجا سکیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: لاء منسٹر صاحب! میرا خیال ہے کہ ندیم کامران صاحب کو بھیج دیتے ہیں کہ وہ وہاں جاکر ان کے ساتھ مذاکرات کریں اور حسن مرتضیٰ صاحب بھی ان کے ساتھ چلے جائیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ایک عورت بھی بھیج دیں کیونکہ ان کے ساتھ عورتیں بھی کافی ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، مستی خیل صاحب!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، محترمہ صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میری درخواست ہے کہ وزیر خزانہ کو اس میں نہ بھیجا جائے۔ ان کے پاس ان لوگوں کو بھیجا جائے جو اس معاملے کو regularly اور seriously لیں اور اس کا حل نکالیں۔ وزیر خزانہ تو یہاں پر تقریر سننے بھی نہیں بیٹھے ہوتے تو باقی کیا کریں گے ؟

جناب ڈپٹی سپیکر: حسن مرتضیٰ صاحب، ندیم کامران صاحب، ڈاکٹر آمنہ بٹر صاحبہ، راحیلہ خادم حسین صاحبہ چلی جائیں اور جاکر ان سے بات کریں اور پھر ہاؤس کو بتائیں۔

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے پنجاب کے مالی سال بجٹ 12-2011 پر لب کشائی کا موقع فراہم کیا ہے۔ پنجاب کی تاریخ میں پہلی بار پاکستان مسلم لیگ (ن) کو یہ اعزاز حاصل ہو رہا ہے کہ ان کے اقلیتی ممبر اور میرے فاضل دوست جناب کامران مائیکل کو صوبائی بجٹ پیش کرنے کا موقع عنایت فرمایا گیا۔ بلاشبہ یہ اقدام اس امر کی عکاسی کرتا ہے کہ ہماری قیادت نے حضرت قائداعظم محمد علی جناح کے قول پر عمل کرتے ہوئے اقلیتوں کو قومی دھارے میں برابر کا حصہ دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس پر میں اپنے Visionary Chief Minister کو اور اپنی قیادت کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! صوبائی بجٹ کا ایک ایک پہلو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ماضی میں جتنے بھی بجٹ پیش کئے گئے ان سے یہ اس لحاظ سے منفرد ہے کہ۔۔۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

MR. DEPUTY SPEAKER: No point of order.

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! اقلیتوں کے بارے میں بار بار ایک لفظ دہرایا جا رہا ہے یہ ٹھیک نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر: یہ ان کا ذاتی خیال ہے۔

جناب پرویز رفیق: جناب سپیکر! ٹھیک ہے ان کا ذاتی خیال ہے لیکن بار بار ہمیں کیوں pinch کیا جا رہا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ یہ ہر ممبر کا اپنا ذاتی خیال ہے اور جب آپ کی طرف سے کوئی دوست بات کرے تو وہ اس میں یہ بات کر دیں اور جو بھی بات کر رہے ہیں اس کو سننے کا حوصلہ رکھیں۔

جناب ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! یہ بجٹ ماضی کے بجٹوں سے اس لحاظ سے ممتاز اور منفرد ہے کہ اس میں given resource کے اندر جو کہ میں یہ بات دیانتداری کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اس سے بہتر اور viable and sustainable budget نہیں بن سکتا۔ اس میں تمام مکاتب فکر کے محکموں اور پنجاب کے ہر segment of life کو شامل کیا گیا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح سے حکومت پنجاب صوبہ کی عوام کی بہتری اور پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لئے انقلابی اقدام کر رہی ہے اس کا اعتراف نہ صرف پورا پاکستان بلکہ International Donors and International Transparency بھی کر رہی ہے کہ دیانتداری، مینجمنٹ اور good governance کے نام پر باقی صوبوں سے پنجاب کی حکومت بہتر perform کر رہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک visionary اور دیانتدار اور committed قیادت کا پنجاب کی عوام سے وعدہ تھا کہ جو ہم نے اس بجٹ کے اندر عوام کے سامنے پیش کیا ہے، جو لوگ اس بجٹ کو اعداد و شمار کا گورکھ دھندہ کہتے ہیں میں ان بھائیوں سے مخاطب ہوں کہ غریبوں کے لئے آشیانہ سکیم شروع کرنا، مزدوروں اور کسانوں کے لئے، مفلوک الحال طبقہ کے بچوں کو برابری کی بنیاد پر elite class کے بچوں کے برابر لانے کے لئے دانش پبلک سکول کا قیام کرنا اور بے روزگاری کے خاتمہ کے لئے جو پنجاب روزگار فنڈز قائم کیا گیا ہے، موبائل ہیلتھ یونٹ قائم کی گئی ہیں اور ان بچوں کو جو دانش سکول، ایچیسن سکول میں پڑھتے تھے، جو گھوڑا گلی میں پڑھتے تھے

اور جو صادق پبلک سکول میں پڑھتے تھے اور ان کی جو ایک مخصوص سوچ تھی،اس مخصوص سوچ کو للکارنے کے لئے،اس مخصوص سوچ کا مقابلہ کرنے کے لئے انقلابی وزیراعلیٰ نے دانش پبلک سکول کا یہ concept دیا ہے۔آج میرے بھائی اس سکول پر اعتراض کر رہے ہیں میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک مزدور،کسان اور ریڑھی والے کے بچوں کو elite class کے برابر لانے کے لئے چیف منسٹر نے 2۔ارب روپے کے فنڈز لگا دیئے ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔اگر وہ 200۔ارب روپے بھی لگا دیتے تو میں سمجھتا ہوں کہ کم ہیں اس لئے زرعی گریجویٹ کو زمینیں دی گئی ہیں،جیسا کہ بے روزگاری کے خاتمے کی میں نے بات کی تو اگر ایسے انقلابی اقدامات کو میرے بھائی گورکھ دھندا کہتے ہیں تو مجھے ان کی عقل پر ہنسی آتی ہے اور جو میرے بھائی اپوزیشن والوں نے بجٹ پیش کیا تو مجھے ٹیکنیکل لوگ بتا رہے تھے کہ انہوں نے ایک صفحہ کا بجٹ پیش کیا ہے۔مجھے یہ بات بڑے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہی ہے کہ تنویر اشرف صاحب اور سابقہ پارلیمانی سیکرٹری اختر ملک صاحب میرے بڑے بھائی ہیں اور میں ان کا بڑا احترام کرتا ہوں میں پوچھتا ہوں کہ کبھی ایک صفحہ پر بھی بجٹ بنتا ہے ؟خدارا آپ عوام کو بے وقوف تو نہ بنائیں۔آپ تین سال تک ہمارے وزیر خزانہ رہے،ہم نے خزانہ کی چابیاں آپ کے حوالے کیں اور کہا کہ آؤ میرے بھائیو!ہم مل کر اس پنجاب کی تعمیر و ترقی کے لئے کام کریں لیکن جب آپ نے ہم سے علیحدگی اختیار کی یا ہم نے آپ کو مجبور کیا کہ آپ کی پالیسیوں کی وجہ سے پنجاب ترقی نہیں کر رہا تو آج آپ دیکھ رہے ہیں کہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے وہ عوام دوست بھی ہے، کسان دوست بھی ہے اور ہر لحاظ سے بہتر ہے۔میرے بھائی کہتے ہیں کہ یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس میں ہم نے تحریری طور پر بھی تجاویز دی تھیں اور پچھلے بجٹ میں جو سکیمیں دی گئی تھیں ان پر عمل درآمد نہیں ہوا تو میرا اُن دوستوں کے لئے یہ جواب عرض ہے کہ جس ناگہانی صورتحال کا پاکستان کو بالعموم اور پنجاب کو بالخصوص سامنا کرنا پڑا،جنوبی پنجاب میں جو کربناک سیلاب آیا اور وہاں گھر کے گھر اُجڑ گئے۔ محترم وزیراعلیٰ پنجاب نے ایک دفعہ نہیں،دو دفعہ نہیں کئی کئی دفعہ جا کر ان لوگوں کی ڈھارس بندھائی اور اس موقع پر وزیراعلیٰ پنجاب گھر،گھر پہنچے اور یہ ثابت کر کے دکھایا کہ عوام کی خدمت کیسے کرتے ہیں اور غریب عوام کی آواز خادم اعلیٰ تک پہنچی۔مجھے سرائیکی بیلٹ کے ایک شاعر نے ایک خط بھیجا ہے اور مجھ سے تقاضا کیا ہے کہ میں یہ اشعار عوام کے سامنے پیش کروں۔میں یہ چند اشعار عرض کرنا چاہتا ہوں:

او دیکھو شہباز اے آیا
گھر گھر آ کر درد ونڈایا

ہر وکھے کوں ہاں نال لایا
کپڑا راشن آپ پہنچایا
اکوں نہ ہئی ہوش اصل وِچ
ایویں ہی عید منائی چھل وِچ
خضرؔ دی عمر شہباز کوں لاویں
ساڈے سر دا سائیں راہوے
او دیکھو شہباز اے آیا

اس صورتحال میں جب ہم نے بجٹ پیش کیا تو اس میں 292۔ارب روپے کی خطیر رقم سیلاب میں خرچ ہوئی۔اس میں پنجاب کے 62لاکھ افراد متاثر ہوئے اور ان کو shelter دینے کے لئے 292۔ارب روپے کے اخراجات کئے گئے۔یہ لوگ جو وطن کارڈ کی بات کرتے ہیں اس کا آدھا حصہ بھی حکومت پنجاب نے دیا۔وزیر اعلیٰ پنجاب ایک دفعہ نہیں کئی دفعہ، میانوالی جو میرا neighbouring district ہے، میں میانوالی گیا تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ میاں صاحب کئی دفعہ تشریف لائے ہیں۔میں نے کہا کہ ہم جو مقامی عوامی نمائندے تھے بارہ، بارہ دفعہ نہیں گئے آپ میانوالی بارہ دفعہ آرہے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایک visionary اور دردِدل رکھنے والے وزیر اعلیٰ کا یہ فرض تھا جو انہوں نے پورا کیا۔ ہمارے وزیر اعلیٰ نے کہا کہ ہم اغیار کی امداد کو پاؤں کی ٹھوکر پر لیتے ہیں جس سے خون کی بو آتی ہو۔ میرے بھائیو! اس وقت کو یاد کر وجب کلنٹن نے میاں محمد نواز شریف کو کہا کہ ہم آپ کو بہت بڑا پیکج دیتے ہیں آپ یہ فیصلہ نہ کریں۔ہماری لیڈر شپ tested ہے اس نے اس وقت بھی وہ فیصلہ کیا جو پاکستان کی national security, integrity اور پاکستان کے وقار کے حق میں تھا اور آج پھر ہم نے وہی فیصلہ کیا ہے کہ امریکی آئیں اور ہمارے پاکستانیوں کو گولی ماردیں، غیرت منداور باشعور پاکستانی یہ تو قبول کر سکتا ہے۔ہم نے کشکول پھینکنے کا وعدہ پورا کیا ہے اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ اپنے پاؤں پر کھڑے ہوں گے۔میں اس پر اپنے قائد کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔

میرا طریق امیری نہیں فقیری ہے
خودی نہ بیچ غریبی میں نام پیدا کر

غیر ملکی امداد کو ٹھوکر مارنے کی جو بات کی گئی ہے اس پر مجھے "نوائے وقت" جو ایک نظریاتی اخبار ہے اس کے سرِ ورق پر لکھی ایک بات یاد آ رہی ہے:

روکھی سوکھی کھا تے ٹھنڈا پانی پی
غیرت مند قوم کا فرد بن کر جی

جناب والا! پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے کا کیا مقصد تھا؟ ہم ہندوستان کے ساتھ بھی رہ رہے تھے لیکن اس لئے بھی وجود میں آیا کہ ہمارے بزرگوں نے خواب دیکھا تھا کہ ہمارے بچے، ہماری اولاد غیرت کے ساتھ زندگی بسر کریں گے، سر اٹھا کر بات کریں گے اور اغیار کا مقابلہ کریں گے۔ اس بنیاد پر وزیر اعلیٰ پنجاب اور موجودہ حکومت نے جو بجٹ دیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ ہر لحاظ سے مکمل اور given resources میں ایک بہترین بجٹ ہے۔ میرے بھائی عامر چیمہ صاحب نے بات کی کہ ایجوکیشن میں جو existing schools ہیں ان کے لئے کچھ نہیں کیا اور دانش پبلک سکول بنا دیئے گئے ہیں۔ میرا ان نقادوں کو یہ جواب ہے کہ یہ جو پراپیگنڈا کرتے ہیں جن کے پاس facts نہیں ہیں تو میں ان کو عرض کئے دیتا ہوں کہ چار سالوں میں 5648 سکولوں کی missing facilities کو پورا کیا گیا ہے اور میں یہ بھی گزارش کرتا ہوں کہ ایجوکیشن والے ایک لفظ whole sum استعمال کرتے ہیں ۔While some facilities وہ ہوتی ہیں جن میں boundary wall، بجلی، پانی، لیٹرین، اضافی کمرہ، فرنیچر وغیرہ شامل ہیں تو ہم نے چار سالوں میں 5648 سکولوں کو یہ facilities مہیا کیں اور پچھلی حکومت جو جاتے ہوئے این ایل سی کو فنڈ دے گئی تھی وہ فنڈز کمرشل اکاؤنٹ میں کئی سال تک پڑے رہے اور

این ایل سی اس کو utilize نہ کر سکی۔ موجودہ چیف منسٹر نے ان 7- ارب روپے سے زائد کی رقم کو استعمال میں لا کر چار ہزار سکولوں کی بلڈنگز کو مکمل کرایا تو گویا ان چار سالوں میں دس ہزار بلڈنگز کو مکمل کیا گیا ہے۔ میرے بھائی عامر چیمہ صاحب کہہ رہے تھے کہ پڑھانے کے لئے بلڈنگز کھڑی ہیں مگر اُستاد نہیں ہیں۔ اس بجٹ میں پنجاب کی تاریخ میں سب سے بڑی SNE ہوئی ہے اور 1817 posts منظور کی گئی ہیں جس کی اس سے پہلے مثال نہیں ملتی۔ اس میں گریڈ 2 سے 19 تک 8500 posts قائم کی گئی ہیں۔

چودھری شوکت محمود بسراء (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! یہ غلط کہہ رہے ہیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میرے بھائی مجھے چیلنج کر رہے ہیں، اگر یہ غلط ہوں تو میں اسمبلی سے resign کر دوں گا۔ جو figures میں دے رہا ہوں اگر ان میں سے کوئی غلط نکل آئے تو مجھے اسمبلی میں بیٹھنے کا کوئی استحقاق حاصل نہیں ہے اور اگر ان کی باتیں غلط نکلیں تو پھر میں ان پر چھوڑتا ہوں کہ وہ کیا فیصلہ کریں گے۔ اس کے علاوہ تین سالوں کے اندر 3067 سکول اپ گریڈ کئے گئے ہیں۔ میرے بھائی کہتے ہیں کہ existing schools کا بیڑا غرق کر دیا گیا ہے، S.N.E نہیں ہوئی سکولوں میں missing facilities نہیں ہیں تو میرا ان کو یہ جواب ہے کہ 09-2008 میں 1410 سکول اپ گریڈ کئے گئے ہیں جس میں 4317 ملین روپے خرچ کئے گئے۔ 10-2009 میں 3153 ملین روپے خرچ کئے گئے اور 807 سکول اپ گریڈ کئے گئے اور اس بجٹ میں 4385 ملین روپے رکھے گئے ہیں جس میں 800 سکول اپ گریڈ ہوں گے تو گویا یہ حکومت بیک وقت existing system کو بھی بہتر بنا رہی ہے اور Excellence Centres بھی قائم کر رہی ہے، غریبوں، مزدوروں اور کسانوں کے بچوں کے لئے دانش پبلک سکول قائم کر رہی ہے۔ وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں کہا کہ بڑی بڑی بلڈنگ بنانے والے مزدور کا بیٹا، وہ مزدور جس نے بڑی بڑی بلڈنگ جیسے ایچی سن کالج کی بلڈنگ، صادق پبلک سکول کی بلڈنگ، لاہور گرائمر سکول کی بلڈنگ کو اپنا خونِ جگر دے کر اور اپنے ہاتھوں سے دِن رات محنت کر کے بنایا لیکن اس کا بیٹا اس کا گیٹ بھی cross نہیں کر سکتا۔ آج اس نظریاتی حکومت نے Grass root level پر غریبوں کو یہ موقع عطا کیا ہے کہ وہاں پر غریبوں کے بچے بھی پڑھیں گے اور یہ جو وڈیرانہ سوچ ہے، جو mercantile culture کی سوچ ہے ان کا مقابلہ کریں گے اور ان کے مقابلہ میں اسمبلیوں میں آکر بیٹھیں گے۔ دراصل وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس سوچ کو للکارا ہے جو سوچ یہ نہیں چاہتی کہ غریب کا بچہ سینہ اٹھا کر، سر اٹھا کر چل سکے اور ان کے مقابلے میں آ کر بیٹھ سکے ۔ سائنس بھی یہی کہتی ہے کہ اگر کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کا دماغ برابر ہوتا ہے۔ Facilities ہوتی ہیں، مواقع ہوتے ہیں جن سے اس کی activities کو polish کیا جاتا ہے۔ کسی نے کیا خوب کہا تھا کہ ”اگر گدھے کے سر پر "کتابوں کا بستہ رکھ دیں" تو وہ دانشور نہیں بن سکتا۔[****] اس سوچ کے خاتمے کے لئے ہم نے دانش پبلک سکول کا قیام کیا ہے۔

اس کے علاوہ ہیلتھ کے میدان میں ہماری حکومت نے جو کارہائے نمایاں سر انجام دیئے ہیں ابھی ہمارے بھائی چیمہ صاحب کہہ رہے تھے ، چیمہ صاحب! آئیں ہمارے ساتھ راجن پور جائیں ،

بھکر جائیں وہاں کے ہسپتالوں میں جائیں،DHQمیں جائیں،RHCمیں جائیں اگر غریبوں کو

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

مفت ادویات نہ مل رہی ہوں تو میںresignکر دوں گا۔ میں اپنے اپوزیشن کے بھائیوں کو یہ چیلنج کرتا ہوں کہ وہ میڈیا کے ساتھ جائیں اور وہاں جاکر دیکھیں کہ غریب لوگوں کو ادویات مل رہی ہیں یا نہیں مل رہیں؟

ڈاکٹر محمد اختر ملک: جناب والا! آٹھ مہینے سے ادویات نہیں مل رہیں۔ میں ان کا چیلنج قبول کرتا ہوں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بجٹ میں صحت کے لئے ہم نے ایک نیا انقلابیvisionدیا ہے اس لئے تو میں کہتا ہوں کہ ہماری حکومت ایکvisionaryحکومت ہے۔ چیمہ صاحب نے بات درست کی ہے کہ ہم بڑی بڑی بلڈنگیں تو بناتے ہیں، ائر کنڈیشنز بھی لگاتے ہیں لیکن پڑھانے والا کوئی نہیں ہوتا لیکن ہم نے اس سوچ کا خاتمہ کیا ہے۔ ہم نے جو موبائل ہیلتھ یونٹ دیئے ہیں یہ اس لحاظ سے ممتاز ہیں کہ اس میں دو ڈاکٹر ہوں گے ایک وومن میڈیکل آفیسر ہوگی دوسرا میڈیکل آفیسر ہوگا اور اس میں تمام قسم کی facilitiesہوں گی، اسی میںE.C.Gہوگی، جدید ترین لیبارٹری ہوگی جس میں تمام قسم کے ٹیسٹ بھی ہوں گے اور جھونپڑی والے لوگوں کے گھر کے سامنے علاج کرے گی۔ مزدوروں کے گھر کے سامنے علاج کرے گی، مزدوروں، ریڑھی والے غریبوں کو وہاں چل کر نہیں جانا پڑے گا۔ یہvisionہوتا ہے۔ میں ایک ذاتی مثال بھیquoteکروں گا میں نے جب اپنے گاؤں میں بوائز ڈگری کالج بنایا تو اس وقت وڈیروں نے اس کی مخالفت کی کہ یہاں پر کالج نہ بنایا جائے۔ مجھے پچھلے دنوں سرگودھا یونیورسٹی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ مجھے وہاں پر دو بچے ملے ایک نے اپنا تعارف سرائیکی میں کروایا کہ "خان صاحب! میں او شیر وا جیہڑا کھڑ کا ریڑھی چلیندا اے، اوندا میں پتر ہاں تے ایم اے انگلش کریندا پیاں"کہ وہ شیر محمد جو گدھا ریڑھی چلاتا ہے میں اس کا بیٹا ہوں اور میں یہاں سرگودھا یونیورسٹی میں ایم اے انگلش کر رہا ہوں۔ ایک دوسرا بچہ مجھے ملا اس نے کہا کہ میں فلاں سید کا بیٹا ہوں میرا والد صبح سر پر ٹوکری رکھ کر سبزی بیچنے کے لئے جاتا ہے۔ آج ماشاء اللہ میں ایم اے پولیٹیکل سائنس کی ڈگری حاصل کر رہا ہوں۔ یہ visionary leadershipہوتی ہے جو مواقعprovideکرتی ہے، جوdoorstepپر لوگوں کو اپنے برابر لاتی ہے اور اس بنیاد پر ترقی کرتی ہے۔ میں اپنے بھائی سردار محسن خان لغاری کو مبارکباد دینا چاہتا

ہوں کہ ڈیرہ غازی خان کے لئے بھی ہم نے میڈیکل کالج کے لئے فنڈ رکھ دیئے ہیں۔ وہاں پر غازی یونیورسٹی بنا رہے ہیں وہ بھی سنگ میل ثابت ہو گی اور وڈیروں کے خلاف مقابلہ کرنے میں ممد و معاون ثابت ہو گی۔ اب جو مقابلہ ہو گا وہ facilities کا ہو گا، یہ نہیں ہو گا کہ "پدرم سلطان بود" اور وہ آ کر چھائے رہیں گے۔ اب غریبوں کے بچے بھی ایم پی اے، ایم این اے بنیں گے اور منسٹر بھی بنیں گے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ بہاولپور میں 410 بستروں پر مشتمل سول ہسپتال قائم کیا جا رہا ہے۔ ڈیرہ غازی خان، ساہیوال، گوجرانوالہ اور سیالکوٹ کے چار میڈیکل کالجوں کے لئے 1900 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ میں دیانت داری کے ساتھ یہ سمجھتا ہوں اور کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا کہ:

بادل سے کھیلتی رہیں اونچی عمارتیں
بجلی گری تو شہر کے کچے مکان پر

یہ جو وڈیرے، جاگیر دار اور mercantile culture کے حامل لوگ ہیں یہ غریبوں کے ساتھ، مزدوروں کے ساتھ، کسانوں کے ساتھ ان policies پر مذاق کرتے ہیں، دراصل اگلے الیکشن میں ان پر بجلی گرنے والی ہے۔ ہم نے جو پنجاب روزگار سکیم شروع کی ہے میں خراج تحسین پیش کرتا ہوں پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کو کہ انہوں نے بے نظیر انکم سپورٹ پروگرام شروع کیا، میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ یہ transitional phase ہے Permanent basis پر نہیں ہے، لوگ اس پر بھی باتیں کرتے ہیں کہ یہ قوم کو بھکاری بنا رہے ہیں۔ ہم نے بھی فوڈ سٹیمپ پروگرام شروع کیا تھا لیکن ہمارے think tank نے جب اس پر غور کیا تو انہوں نے کہا کہ یہ اکیسویں صدی ہے ہم بات کرتے ہیں، غیرت کی ہم بات کرتے ہیں sovereignty کی، integrity کی لیکن ان کو پیسے دیں ہزار ہزار روپے اور قوم کو بھکاری بنائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے وہ سکیم بند کر دی ہے۔ ہم نے اس کے مقابلے میں اب جو نئی سکیم دی ہے وہ ییلو کیب سکیم ہے۔ راجہ ریاض صاحب نے کہا کہ پنجاب حکومت گریجویٹ کو ڈرائیور بنانا چاہتی ہے۔ بھائی جان ان کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ خود گاڑی چلائیں گے، ہم تو ان Graduates کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ بیشک Driver engage کر لیں۔ جب اس کے گھر میں 800 سی سی گاڑی آئے گی اور وہ اس سے فائدہ اٹھائیں گے۔ اس کے علاوہ ہم کمپیوٹر بھی دے رہے ہیں، لیپ ٹاپ دے رہے ہیں اس سے بڑھ کر غریبوں کے لئے اور کیا ہو سکتا ہے؟ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کی جو incapability ہے، میں سٹینڈنگ کمیٹی واٹر اینڈ پاور کا پانچ سال فیڈرل گورنمنٹ میں ممبر رہا ہوں۔ ابھی ان کے چیئرمین پیپکو نے پریس کانفرنس کی ہے، انہوں نے کہا ہے کہ

ہمارے پاس انرجی کا کوئی crisis نہیں ہے، حکومت ہمیں پیسا نہیں دے رہی۔ یہ چیف ایگزیکٹو پیپکو کی بات میں quote کر رہا ہوں جو کہ پورے میڈیا نے بھی سنی ہے۔ یہ نااہلی نہیں ہے تو اور کیا ہے ان کو تو management ہی نہیں آتی۔ اس کے مقابلے میں ہم نے یہ کیا ہے کہ پنجاب میں پہلی دفعہ اٹھارہویں ترمیم کے تحت resources پنجاب کو دیئے جا رہے ہیں، صوبائی خود مختاری دی جا رہی ہے۔ پچھلی میٹنگ میں یہ decide کیا گیا کہ صوبے اپنی بجلی پیدا کر سکتے ہیں اس لئے ہم نے انرجی سیکٹر میں ایک نئی creation کی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ 500 میگاواٹ بجلی ہم خود پیدا کریں گے اور ایک پاور پلانٹ سردار محسن خان لغاری کی constituency میں بھی ہو گا۔ اس کے علاوہ ان کی غلط management کی وجہ سے پاکستان میں جو بجلی نہیں آ رہی جس کی وجہ سے مزدور بے روزگار ہو رہے ہیں، لوگوں کے چولہے ٹھنڈے ہو رہے ہیں ان چولہوں کو ٹھنڈا ہونے سے بچانے کے لئے اور اپنی انڈسٹری کو boost اور boom دینے کے لئے مقامی طور پر تیار ہونے والی بولان اور مہران 800 سی سی گاڑیاں گریجویٹ بے روزگار نوجوانوں میں تقسیم کی جائیں گی۔ اس کے علاوہ زرعی گریجویٹ اور وٹرنری گریجویٹ کو 25 ایکڑ زرعی اراضی 15 سال کی lease پر دے رہے ہیں۔ ملائشیا اور چین نے ترقی کیسے کی؟ چائنا کے اندر بھی لوگوں نے یہ پالیسی اپنائی اور میرے چیف منسٹر جب وہاں گئے تو ان کی پالیسیوں کو دیکھ کر یہ policy introduce کروائی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ تین ہزار زرعی گریجویٹ اس سے فائدہ اٹھائیں گے اور جو ہزاروں ایکڑ زمین قبضہ گروپ کے قبضے میں ہے ان سے واگزار کروا کر ان زرعی گریجویٹس کو دی جائے گی۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ بجٹ تقریر دوبارہ پڑھ رہے ہیں۔ ایک تو پڑھنے کی اجازت نہیں ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ فنانس منسٹر پہلے ہی یہ پڑھ چکے ہیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: سردار صاحب! میں hints لے رہا ہوں۔ میں صرف پانچ منٹ لوں گا، میرے وہ چھوٹے کاشتکار بھائی جن کے پاس وسائل نہیں ہیں اور وہ بے زمین ہیں ان کے لئے کاشتکاری سکیم کو دوبارہ جاری کیا گیا ہے۔ غریب لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے pro poor initiatives شروع کئے گئے ہیں، سستے ماڈل بازار شروع کئے گئے ہیں۔ چونکہ میرا تعلق جنوبی پنجاب سے ہے تو میں وزیراعلیٰ کا مشکور ہوں کہ پچھلے بجٹ میں ہمارے چار اضلاع بھکر، میانوالی، خوشاب اور جھنگ کو 2۔ارب روپے دیئے گئے، اس دفعہ بھی ایک ارب روپیہ رکھا ہے اور جنوبی پنجاب کے لئے 70۔ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی کے ہمارے بھائی کہتے ہیں اور مجھے میرے سرائیکی

بیلٹ کے عوامی نمائندے بھی ملے ہیں کہ سائیں صرف ملتان ترقی تھیندی پئی اے، بھئی کتھئیں کئی شے کوئی نہیں "میں ملتان کے ایم پی اے کا نام disclose نہیں کرنا چاہتا وہ مجھے ملے اور کہا کہ "خان صاحب! اوہکو حلقے وچ سارا کام تھیندا پیاے۔" اگر سرائیکی بیلٹ کی عوام یہ مطالبہ کرے گی کہ جنوبی پنجاب صوبہ بننا چاہئے تو میں اس کے حق میں ہوں۔ میرے قائد میاں نواز شریف صاحب نے یہ کہا ہے کہ اگر جنوبی پنجاب کی عوام یہ مطالبہ کرے گی تو میں سمجھتا ہوں کہ ڈویژن کی تقسیم میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہم بھی اسے support کریں گے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف کی طرف سے وزیر اعلیٰ مستی خیل
وزیر اعلیٰ مستی خیل کی نعرہ بازی کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، مستی صاحب اپنی بات جاری رکھیں۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: میرے وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف صاحب ہیں میں تو اگلے جنم میں بھی اس بارے میں یہ نہیں سوچ رہا۔

معزز ممبران: سائیں جنوبی پنجاب کے وزیر اعلیٰ۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بجٹ بہتر بنانے کے لئے میری تجاویز بھی ہیں کہ جب تک ہم check and balance system improve نہیں کریں گے، ہم reforms نہیں لائیں گے چاہے وہ reforms بیوروکریسی کے اندر ہوں جو بیوروکریسی سول سرونٹ کہلاتی تھی، چاہے وہ reforms تمام مکاتب فکر کے بارے میں ہوں، وہ ایلیٹ کلاس، وہ اشرافیہ جو کروڑوں اربوں روپیہ کما رہی ہے اگر وہ ٹیکس نہیں دے گی تو یہ پاکستان prosperous نہیں ہو سکتا، یہ صوبہ prosperous نہیں ہو سکتا اس لئے اس میں ٹیکس اور مزدوروں، کسانوں کی minimum wage بڑھائی گئی ہے اور مزید بھی بڑھائی جائے گی۔ میری یہ تجویز بھی ہو گی کہ 70 فیصد لوگ دیہات میں رہتے ہیں اور ان کا ذریعہ معاش کاشتکاری ہے۔آپ کے GST میں سب سے بڑا کردار زراعت ادا کر رہی ہے۔اگر ہم کاٹن لگانا چھوڑ دیں تو کاٹن انڈسٹری کیسے چلے گی، اگر ہم شوگر کین اگانا چھوڑ دیں تو یہاں کی انڈسٹری کیسے چلے گی؟ اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ کاشتکاروں کو مزید benefit دینے کے لئے سستے قرضے دیئے جائیں۔ بہت مہربانی، بہت شکریہ

رپورٹیں

(جو پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔چودھری غلام نبی صاحب مجلس قائمہ برائے ٹرانسپورٹ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

مسودات قانون (تنسیخ) آرڈیننس لاہور، ٹریفک کنٹرول وبس سٹینڈز مغربی پاکستان 1963 مصدرہ 2011 اور (تنسیخ) آرڈیننس گوجرانوالہ ٹریفک کنٹرول وبس سٹینڈ مغربی پاکستان 1963 مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ٹرانسپورٹ کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

چودھری غلام نبی: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔میں

(1) The West Pakistan Bus Stand and Traffic Control Lahore Ordinance 1963 (Repeal) Bill 2011 (Bill No 34 of 2011)

(2) The West Pakistan Bus Stand and Traffic Control Gujranwala Ordinance 1963 (Repeal) Bill 2011(Bill No 35 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے ٹرانسپورٹ کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ملک فیاض احمد مجلس قائمہ برائے محنت وانسانی وسائل کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

مسودات قانون (ترمیم) فیکٹریاں مصدرہ 2011، (ترمیم) کم از کم اجرت مصدرہ 2011 اور (ترمیم) کارکنان روڈ ٹرانسپورٹ مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے محنت وانسانی وسائل کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

ملک فیاض احمد: شکریہ۔جناب سپیکر! میں

(1) The Factories (Amendment) Bill 2011

(Bill No 30 of 2011)

(2) The Minimum Wages (Amendment) Bill 2011 (Bill No 31 of 2011)

(3) The Road Transport Workers (Amendment) Bill 2011 (Bill No 32 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے محنت وانسانی وسائل کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ڈاکٹر اسد اشرف مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

مسودات قانون (ترمیم) (طبی امداد) زخمی اشخاص مصدرہ 2011، (ترمیم) وبائی امراض، پنجاب مصدرہ 2011 اور (ترمیم) بچوں کو ماں کے دودھ اور غذائیت کا تحفظ، پنجاب مصدرہ 2011 کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

ملک فیاض احمد: شکریہ۔جناب سپیکر! میں

(1) The Injured Person Medical Aid (Amendment) Bill 2011 (Bill No 12 of 2011)

(2) The Punjab Epidemic Diseases (Amendment) Bill 2011 (Bill No 13 of 2011)

(3) The Punjab Protection of Breast Feeding and Child Nutrition (Amendment) Bill 2011 (Bill No 33 of 2011)

کے بارے میں مجلس قائمہ برائے صحت کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب ملک محمد وارث کلو تحاریک استحقاق کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں میں انہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ رپورٹیں پیش کریں۔

تحاریک استحقاق نمبرز 60 تا 64 بابت سال 2009،
11,24,30,36,37 بابت سال 2010 اور 3,10 بابت سال 2011
کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

ملک محمد وارث کلو: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں

> تحاریک استحقاق نمبر 60,62,63,64 بابت سال 2009، تحاریک استحقاق نمبر 11,24,30,36,37 بابت سال 2010 تحاریک استحقاق نمبر 3,10 بابت سال 2011 کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

(رپورٹیں پیش ہوئیں)

جناب ڈپٹی سپیکر: اب رانا محمد ارشد صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! مستی خیل صاحب نے اپنی تقریر میں [*****] کہا ہے انہیں ممبران کے بارے میں ایسی بات نہیں کرنی چاہئے لہذا آپ سے استدعا ہے کہ وہ الفاظ کارروائی سے حذف کروادیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اگر کوئی ایسی بات ہے تو میں check کر لیتا ہوں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: اس اسمبلی میں سوائے ایک ممبر کے سب گریجویٹ ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: تشریف رکھئے گا۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! شاید میرے بھائی رات کو سوئے نہیں ہیں اس لئے alert نہیں بیٹھے ہوئے تھے میں نے یہ کہا ہے کہ جو پرائمری وڈیروں والی سوچ مسلط ہے میں نے اس سوچ کے خلاف کہا ہے۔ اس کے علاوہ کوئی بات نہیں کی۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، آپ تشریف رکھیں۔جو بات ہے ہم اسے دیکھ لیں گے۔جی، رانا صاحب!

---

* بحکم جناب ڈپٹی سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

بحث

سالانہ بجٹ بابت سال 12-2011 پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

پارلیمانی سیکرٹری برائے سیاحت (رانا محمد ارشد): علامہ اقبال زندہ باد، قائداعظم زندہ باد، میاں محمد نواز شریف زندہ باد۔جناب سپیکر! آج معزز ممبران نے آپ کی وساطت سے چوتھے بجٹ کی بحث میں حصہ لیا اور آپ نے مجھ جیسے ممبر کو بھی موقع دیا۔پوری دنیا دیکھ رہی ہے اور میڈیا کی آنکھ سے کوئی چیز نہ چھپی ہے، نہ چھپ سکتی ہے۔یہ چوتھا بجٹ خادم اعلیٰ پنجاب نے میاں محمد نواز شریف کے vision پر پیش کیا اور اس چیز کا credit بھی مسلم لیگ (ن) کی قیادت اور حکومت پنجاب کو جاتا ہے کہ ہم نے اپنے بھائی کامران مائیکل جن کا تعلق اقلیتوں سے ہے ان کو یہ حق دیا اور یہ ثابت کیا کہ اس پارٹی میں ممبر کی عزت ہوتی ہے، جو محنت کرتا ہے، جو دن رات لگن کے ساتھ ملک و قوم کے لئے کام کرتا ہے اسے credit جاتا ہے۔ان حالات میں 655۔ارب روپے کا بجٹ پیش کیا ہے جس میں ممبران اسمبلی، کیبنٹ، سول سوسائٹیز کے لوگ، کالم نگار اور فہم و فراست سے تعلق رکھنے والے لوگوں سے تقریباً چھ ماہ مسلسل مشاورت کرنے کے بعد یہ بجٹ بنایا گیا جو کہ غریب پرور بجٹ ہے۔یہ بجٹ مزدور اور زمیندار دوستی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔آپ کو معلوم ہے کہ جس طرح پورے پاکستان میں سیلاب آیا، پنجاب کے گیارہ اضلاع میں تقریباً 62 لاکھ افراد بُری طرح متاثر ہوئے اور ان کے گھر بار بہہ گئے۔ان کے پاس کھانے کے لئے روٹی تک نہیں تھی اور وہ اپنے بچوں اور خاندان کے دوسرے افراد کو لے کر باہر سڑکوں پر بیٹھنے پر مجبور ہو گئے تھے۔میاں محمد شہباز شریف نے ان کی بحالی کے لئے جو کوششیں کیں ان کے بارے میں ساری دنیا کو علم ہے اور وہ قابل ستائش ہیں۔ساڑھے تین چار مہینوں میں میاں محمد شہباز شریف صاحب نے 45 سے زیادہ دورے کئے اور دن رات ان بے گھر لوگوں کے ساتھ رہ کر یہ ثابت کیا کہ ان کے دکھ

درد میں مسلم لیگ (ن) کی پوری قیادت شریک ہے۔ ہم نے اپنے ان بے گھر بھائیوں کی مدد کے لئے تقریباً 18۔ارب روپے خرچ کئے ہیں۔

جناب سپیکر! اپوزیشن کے ساتھی سستی روٹی سکیم پر تنقید کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ روٹی کھانے سے غریب کے منہ سے دعا نکلتی ہے اور اس کو احساس ہوتا ہے کہ یہ علامہ اقبال اور قائداعظم کا پاکستان ہے۔ یہاں پر روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ لگانے والوں نے اس قوم کو کیا دیا ہے؟ انہوں نے اس قوم کو بجلی اور سوئی گیس کی بندش کا تحفہ دیا ہے۔ آج پورے پنجاب کے اندر تقریباً 68ہزار انڈسٹریز کے یونٹس بجلی اور گیس کی بندش کی وجہ سے بُری طرح متاثر ہو چکے ہیں۔ پہلے انڈسٹری میں مزدور تین تین شفٹوں میں کام کرتے تھے جب سے 18/18 گھنٹے بجلی کی لوڈشیڈنگ شروع ہوئی ہے تو فیکٹریوں میں کام نہیں ہو رہا اور مل مالکان مزدور کو پوری تنخواہ نہیں دیتے۔ جب دس ہزار تنخواہ لینے والے کو پانچ ہزار روپے ملیں گے تو اس کے بچے لامحالہ روئیں گے۔ میں آپ کی وساطت سے آصف علی زرداری اور یوسف رضا گیلانی کو کہنا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی عوام کو اس بجلی اور گیس کی بندش سے نجات دلائیں۔ جس طرح پاکستان کی عوام نے آپ کو 18۔فروری 2008 کو mandate دیا اس کا خیال کریں اور لوگوں کو ان مشکلات سے نجات دلائیں۔

جناب سپیکر! پچھلے نو سالہ آمریت کے ذمہ دار ملک چھوڑ کر بھاگ گئے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ پاکستان کی عوام کا کیا قصور رہے کہ اس پر چار مختلف جرنیلوں نے بندوق کی نوک پر حکمرانی کی اور پاکستانی عوام کی آزادی کے 34 سال بندوق کی نوک پر سلب کئے؟ مجھے یہ کہنا ہے کہ پاکستان کا پہلا ڈکٹیٹر ایوب خان تھا اور کس کو نہیں پتا کہ اس کی گود میں بیٹھنے والا وزیر داخلہ اور وزیر خارجہ کون تھا؟ آمریت نے پاکستان اور جمہوریت پر مختلف ادوار میں وار کئے ہیں۔ قائداعظم کی بہن محترمہ فاطمہ جناح جس نے دن رات تحریک پاکستان میں کام کیا اس کو الیکشن میں ہرا کر ایوب خان نے کون سا کارنامہ سرانجام دیا تھا؟

جناب سپیکر! مجھے آج آپ کی وساطت سے یہ کہنا ہے کہ میاں محمد شہباز شریف صاحب نے جو وعدہ کیا تھا اس پر سو فیصد عمل کیا ہے۔ ہم 20ہزار نوجوانوں کو ییلو کیب سکیم کے تحت گاڑیاں دیں گے تاکہ وہ محنت مزدوری کر کے اپنے بچوں کو رزق حلال کی روٹی کھلا سکیں۔ ہم نے پورے پنجاب کے ایک لاکھ topper students کو لیپ ٹاپ دیئے ہیں تاکہ غریب اور محنت کرنے والے لوگوں کے بچوں کا خواب بھی پورا ہو سکے۔ جب یہ محنت کرنے والا ذہن ترقی کرے گا تو پاکستان خوشحال ہو گا اور بے روزگاری کا خاتمہ ہو گا۔ ہم نے مکینیکل تنور لگائے ہیں تاکہ غریب کے بچے کو -/2 روپے کی روٹی

ملے۔پورے پنجاب کے اندر ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت 6۔ارب روپے سے غریبوں کے بچوں کی فیسیں دی گئیں اور تقریباً 11لاکھ طلباء مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔انڈوومنٹ فنڈ پہلے 6۔ارب روپے تھا جبکہ اب اس کو بڑھا کر 8۔ارب روپے کر دیا گیا ہے۔اس سے تقریباً 16ہزار طلباء مستفید ہوئے ہیں اور اب آئندہ سال انشاء اللہ میاں محمد شہباز شریف کے vision پر تقریباً 25ہزار طلباء مستفید ہوں گے۔وہ LUMS اور غیر ملکی یونیورسٹیوں میں پڑھیں گے۔ایچی سن کالج میں پڑھنے کا حق پہلے صرف وڈیروں کے بچوں کو تھا اب میاں محمد شہباز شریف نے غریب لوگوں کے بچوں کو ایچی سن level کی تعلیم دلانے کی خاطر دانش سکول بنائے ہیں۔دانش سکول میں ایم پی اے یا ایم این اے کے بچوں نے نہیں پڑھنا بلکہ وہاں پر ان غریبوں کے بچوں نے تعلیم حاصل کرنی ہے کہ جن کا خواب پاکستان تھا اور جن کے آباؤاجداد نے قربانیاں دے کر یہ پاکستان بنایا تھا۔

جناب سپیکر! آج پنجاب کے ساتھ سوتیلی ماں کا سلوک کیوں روا رکھا جا رہا ہے؟ 18گھنٹے بجلی کی لوڈشیڈنگ ہو رہی ہے۔جب دو دو دن سوئی گیس نہیں ملے گی، سی۔این۔جی سٹیشن بند ہوں گے تو پھر غریب کیا کریں گے، آج امریکہ کی پاکستان کے اندر بڑھتی ہوئی مداخلت کے ذمہ دار کون ہیں؟ ڈرون حملوں پر دستخط کرنے والا پرویز مشرف بھاگ گیا ہے۔آج بھی یہ حملے جاری ہیں اور موجودہ حکمران اس کے ذمہ دار ہیں۔پاکستان کی 18کروڑ عوام ان سے خون کا حساب مانگتی ہے۔35ہزار سے زیادہ پاکستانی شہید ہو چکے ہیں، پاکستان کی افواج کے پانچ ہزار سے زیادہ جوان شہید ہو چکے ہیں تو ان 40ہزار شہداء کا خون کس کے سر پر ہے؟ اس کے ذمہ دار ایوان اسلام آباد میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر! ہم نے 4۔ارب روپے کی کثیر رقم سے سڑکیں بنانے کا فیصلہ کیا ہے۔ان میں سے 2۔ارب روپے کی سڑکیں کھیتوں سے منڈیوں تک رسائی کے لئے بنائی جائیں گی۔جن کو مفت ادویات ہضم نہیں ہو رہی ان کے پیٹ میں درد ہو رہا ہے لیکن ہم نے بانگ دہل کہا ہے کہ ہم نے میاں نواز شریف کی قیادت میں پاکستان کو مضبوط بنانا ہے۔یہ کیسی جمہوریت ہے کہ یہاں پر حاجیوں کی جیبوں کو بھی خالی کیا جاتا ہے؟ یہاں پر رینٹل پاور پراجیکٹ کے نام پر غریبوں کے ٹیکسوں سے اکٹھی ہونی والی رقوم کو کھایا جاتا ہے۔یہ کیسا پاکستان ہے کہ جس کا وزیر خارجہ نہیں ہے؟ ہیلری کلنٹن جس کی وزیر خارجہ آ کر بنتی ہے۔مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ آج پاکستان کا وزیر دفاع اپنے گھر کیوں بیٹھا ہوا ہے، آج پاکستان کے حالات کیوں خراب ہیں اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟ پاکستان کی 18کروڑ عوام یہ مطالبہ کرتی ہے کہ ہمیں آئی ایم ایف کے قرضے نہیں چاہیئں بلکہ ہمیں اپنے ملک کی خود مختاری

چاہئے۔ ہمیں آئی ایم ایف کی وہ امداد نہیں چاہئے کہ جس کے بدلے میں پاکستانیوں کی جانیں قربان ہوں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ تم کتنے شہداء کے بدلے میں ڈالر لو گے اور پاکستان کے نوجوانوں کو شہید کراؤ گے ؟ڈاکٹر عافیہ کو امریکہ کے حوالے کرنے والو! اگر اب تم اپنا احتساب نہیں کرو گے تو پاکستان کی 18 کروڑ عوام تمہارا احتساب کرے گی۔ بہت شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بہت شکریہ۔ میں بجٹ کی بات کرنے سے پہلے آپ کی وساطت سے ہاؤس کے ممبران سے ایک گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ جس دن سے یہ بجٹ اجلاس شروع ہوا ہے میں روزانہ صبح جب فیصل آباد سے لاہور آتا ہوں تو ایک منظر دیکھتا ہوں۔ وہ منظر پٹرول پمپ کے اوپر رَش کا ہے۔ لائنیں لگی ہوئیں اور لوگوں کی گاڑیاں سڑکوں پر رُکی ہوئیں ہیں۔ بچے، عورتیں اور مرد دھوپ میں جل رہے ہیں۔ دھکا لگا کر پٹرول پمپ تک آ رہے ہیں۔ جس پٹرول پمپ پر گیا وہاں پر -/120 روپے سے لے کر -/150 روپے تک فی لٹر پٹرول فروخت ہو رہا ہے اور اوپر سے سی این جی کے ناغے ہیں۔ اس وقت ہمارے ملک اور صوبے کے یہ حالات ہیں۔ شاید بھول گئے ہیں کہ ہم کس مقصد کے لئے لوگوں سے ووٹ لے کر یہاں پر آئے، میں سوچنے کی دعوت دیتا ہوں، آئیے سوچیں کہ پچھلے تین سالوں کے اندر ہم نے عوام کے لئے کیا کیا ہے؟ پٹرول غائب، گیس غائب، بجلی غائب اور بے روزگاری حاضر۔(نعرہ ہائے تحسین)

مت خوشیاں منائیے، مت thumping کیجئے کیونکہ یہ خوش ہونے کی بات نہیں ہے، یہ ہمارے لئے سوچنے کا لمحہ ہے، میں یہ بات پارٹی affiliation سے بالاتر ہو کر کر رہا ہوں اور ہم سب اس کے اندر برابر کے ذمہ دار ہیں کیونکہ ہم یہاں پر ایک دوسرے کی ٹانگیں کھینچنے میں پھنسے ہوئے ہیں، ہم ایک دوسرے کے اوپر فقرے کسنے میں پھنسے ہوئے ہیں، ہم یہاں پر اس اسمبلی کو تھیٹر بنانے کے شوق میں موجود ہیں۔ خدارا! سوچئے، یہ وقت ہے کہ ہم آج سے تین سال پہلے جن لوگوں سے کچھ وعدے کر کے آئے تھے، کچھ دینے کا کہہ کر آئے تھے اور ہم نے کچھ دیر کے بعد پھر جانا بھی ہے۔ اگر ہم اسی روش پر لگے رہے تو یقین کیجئے کہ مجھے اُس دیوار کے اوپر لکھا ہوا نظر آ رہا ہے کہ عوام کے ہاتھ ہوں گے اور ہماری گردنیں ہوں گی اور ہم کہیں کے نہیں رہیں گے۔

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر: جی، عبدالرحمٰن رانا صاحب اپنی بات جاری رکھیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: آج ہمارے ایک سینئر سیاستدان سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ نے کچھ باتیں کہیں، میں اُن کی بھرپور طریقے سے تائید کرتا ہوں اور یہ دعا بھی کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قابل بنائے کہ وزیر قانون صاحب اور ہماری پیپلز پارٹی کے لیڈران اُن باتوں پر قائم رہیں کیونکہ یہ باتیں بہت دفعہ ہوئیں لیکن ہر دفعہ "وہ وعدہ ہی کیا جو وفا ہو گیا" والی بات ہو گئی۔

جناب سپیکر! اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ اس بجٹ پر مجھے تنقید کا حوصلہ ہے، نہ مجھے تعریف کا حوصلہ ہے کیونکہ یہاں پر تنقید برائے تنقید اور تعریف برائے تعریف کا رواج ہے اور اس میں پھر ہم ساری کی ساری حدیں پھلانگ جاتے ہیں۔ مجھے آج یہ بجٹ ہندسوں کا مجموعہ اور الفاظ کا گورکھ دھندہ لگ رہا ہے تو میں اس پر کیا بات کروں کیونکہ ٹھیک ایک سال بعد اسی بجٹ پر ایک ضمنی بجٹ آئے گا اور ہمیں کہا جائے گا کہ اس کو پاس کر دیں اور ہم اس ضمنی بجٹ کو پاس بھی کر دیں گے کیونکہ صدیوں سے یہ رواج چلا آ رہا ہے۔ میری دانست کے اندر ضمنی بجٹ ایک غلط روایت ہے اور یہ سب سے زیادہ loose financial management کا نتیجہ ہے۔ اُن planners نے اس کی اختراع پیدا کی جو ٹھیک طور پر planning نہیں کر سکتے اور وہ اپنی غلطیوں کو چھپانے کے لئے ضمنی بجٹ کا سہارا لیتے ہیں۔ اصل میں ضمنی بجٹ اسمبلی کے استحقاق کے خلاف ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ اسمبلی ایک محکمہ کے لئے ایک سو ارب روپیہ منظور کرتی ہے کہ وہ محکمہ اتنا روپیہ خرچ کر سکتا ہے اور وہ محکمہ 120۔ارب روپیہ خرچ کر کے آ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں تو خرچ کر آیا ہوں اس کو منظور کریں۔ آج تک کبھی یہ ہوا کہ اُس محکمہ نے 20۔ارب روپیہ جو اضافی خرچ کیا آپ نے نامنظور کیا ہو تو اس اسمبلی کا یہ کیسا استحقاق ہے، ہم کس چیز کا بجٹ پاس کر رہے ہیں اور ہم کس چیز کی اجازت دے رہے ہیں کہ جس پر عمل ہی نہیں ہونا۔ میری تجویز ہے کہ سٹینڈنگ کمیٹیوں کو اس کے اندر involve کریں، کیا یہ بجٹ سٹینڈنگ کمیٹی برائے فنانس کے ذریعے آیا، جو محکمہ جات زیادہ خرچ کرتے ہیں یا جو محکمہ جات پورا بجٹ خرچ نہیں کر سکتے کیا وہ محکمہ جات اپنی اپنی سٹینڈنگ کمیٹیوں کو جوابدہ ہیں؟ اگر آپ اس میں سٹینڈنگ کمیٹی برائے فنانس کو involve کریں اور وہ بجٹ کو quarterly monitor کرے تو کوئی وجہ نہیں کہ ضمنی بجٹ آنے کا جواز پیدا ہو۔ اسی طرح اگر کسی محکمہ کو فالتو رقم چاہئے یا کوئی محکمہ اپنے بجٹ کو surrender کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی سٹینڈنگ کمیٹی کے ذریعے سٹینڈنگ کمیٹی برائے فنانس کے پاس جائے کیونکہ سٹینڈنگ کمیٹیاں بھی اسمبلی کا ایک organ ہیں اور ہم سمجھیں گے کہ اس معاملے میں اسمبلی involved ہے اور جب یہ

ضمنی بجٹ سٹینڈنگ کمیٹیوں کے ذریعے آئے گا پھر آپ یہ دعویٰ کیجئے کہ جناب! یہ عوامی بجٹ ہے۔ باؤ لوگوں کے بنے ہوئے بجٹ کو ہم عوامی بجٹ نہیں کہہ سکتے کیونکہ ایک سیکشن افسر نے آپ کو یہ بجٹ دے دیا وہ ایک ڈپٹی سیکرٹری، ایک ایڈیشنل سیکرٹری اور سیکرٹری سے ہوتا ہوا ہم تک پہنچ گیا ہے اور پھر اسی لئے ضمنی بجٹ آنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! میں ابھی اس بجٹ کی حالت آپ کو بتانا چاہوں گا۔ اگر ہم بجٹ کے White Paper کے صفحہ نمبر 51 پر آ جائیں تو Education Sector میں original allocation 68,253 ملین روپے تھی جبکہ 46,735 ملین روپے خرچ ہوا، Infrastructure Development کے اندر 59,260 ملین روپے allocation تھی اور 47,911 ملین روپے خرچ ہوا۔ اسی طرح چلتے جائیں تو کوئی ایک محکمہ بھی ایسا نہیں، کوئی ایک سیکٹر بھی ایسا نہیں جس نے اپنا پورا پیسا خرچ کیا ہو۔ جہاں پر فضول خرچی اور رقم سے زائد خرچ کرنا جرم ہے وہاں پر خرچ نہ کرنا بھی جرم ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس White Paper کے اندر جو figures دی گئی ہیں اس حساب کتاب کے مطابق ہمارے بابو حضرات ہماری قوم کو ایک سال پیچھے لے گئے ہیں۔ اگر یہ رقم پچھلے سال خرچ ہو جاتی تو میرا خیال ہے کہ صوبہ پنجاب کافی آگے جا چکا ہوتا۔ اس سے تین چیزیں ظاہر ہوتی ہیں۔ نمبر 1، پچھلے سال ہماری planning غلط تھی تو کیا کسی نے اُن سیکرٹریوں کو پکڑا، کیا اُن سے جواب طلبی ہوئی؟ نمبر 2، اگر planning غلط نہیں ہوئی تو اُن محکمہ جات کی اس رقم کو خرچ کرنے کی capacity نہیں تھی، کیا کسی نے اُس capacity building کے لئے اس بجٹ میں پیسا رکھا؟ نمبر 3، اگر planning بھی ٹھیک تھی اور capacity بھی تھی تو پھر یہ inefficiency ہے، میرا خیال ہے کہ ان تینوں صورتوں میں کسی نہ کسی کو ضرور ذمہ دار ٹھہرایا جانا چاہئے تھا جو کہ ذمہ دار نہیں ٹھہرایا گیا۔ اسی طرح nonproductive departments کا خرچہ کم کرنا چاہئے، نہ کہ ہم ہر سال اس کو بڑھاتے جاتے ہیں۔ میں آپ کو اس کی تین مثالیں دوں گا، محکمہ پولیس، محکمہ جیل اور عدالتیں۔ ان تینوں محکمہ جات کا خرچہ 50 فیصد سے بھی زیادہ reduce کیا جا سکتا ہے، وہ اس طرح کہ بجائے اس کے کہ ہم پولیس فورس بڑھاتے رہیں، بجائے اس کے کہ ہم عدالتیں بڑھاتے رہیں، بجائے اس کے کہ ہم جیلیں بناتے رہیں، ہم کوئی ایسی سکیم تیار کریں، کوئی ایسا منصوبہ بنائیں کہ جس سے لوگ عدالتوں میں کم جائیں، جس سے لوگ پولیس کے پاس کم جائیں، جس سے لوگ جیلوں میں کم جائیں اور اس کا طریقہ ہمارے پڑوسی ملک میں پنچایت کا ہے یا ہمارے ہاں بھی یہ طریقہ کسی وقت خدمت کمیٹیوں کی شکل میں رائج ہوا تھا، وہ کامیاب تجربہ تھا مجھے نہیں

سمجھ آتی کہ وہ اسی مسلم لیگ (ن) کا ہی ایک منصوبہ تھا جو بہت کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ ماضی میں آپ کے جو منصوبے کامیاب ہوئے اُن کو دوبارہ کیوں نہیں دہرایا جاتا اور جو منصوبے فیل ہوئے اُن منصوبوں کو دہرایا جا رہا ہے۔ اگر آپ پنچایت سسٹم یا خدمت کمیٹیوں کی طرح کا کوئی سسٹم لے آئیں جس میں چھوٹے چھوٹے مسائل، چھوٹے چھوٹے مقدمے اور چھوٹے چھوٹے جھگڑے گلی محلوں کے اندر حل ہو جائیں تو پولیس پر بھی بوجھ کم ہوگا، جیل پر بھی بوجھ کم ہوگا اور اسی طرح سے عدالتوں پر بھی بوجھ کم ہوگا۔۔۔

جناب سپیکر! آپ مجھے وقت کی تقسیم کا کوئی فارمولا بتا دیجئے کہ یہ پانچ منٹ کہاں سے آ گئے؟ لوگوں نے بجٹ پر آدھا آدھا گھنٹہ تقریر کی ہے۔

جناب سپیکر: آپ اپنی پارٹی کے لیڈر سے پوچھیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! مجھے کسی نے نہیں بتایا کہ پانچ منٹ بات کر سکتا ہوں۔ اگر آپ کہتے ہیں تو میں بیٹھ جاتا ہوں لیکن مجھے بتایا جائے کہ ایسا کیوں ہے اگر یہاں پر میرٹ نہیں ہوگا اور اصولوں پر بات نہیں ہوگی تو پھر کہاں پر ہوگی؟ میرا خیال ہے کہ اسمبلی کے اندر تمام ممبران برابر ہیں۔ یہ کہہ دینا کہ کوئی منسٹر ہے یا کوئی چہیتا اور چاہنے والا ہے تو میرا خیال ہے کہ میں بطور احتجاج تقریر نہیں کروں گا۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! I am sorry کہ انھوں نے آپ کو نہیں بتایا، یہ ان کا قصور ہے میرا نہیں ہے جنھوں نے Business Advisory Committee میں بیٹھ کر فیصلہ کیا ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! یہ کیسی Business Advisory Committee ہے، جس میں بغیر اصولوں کے فیصلے ہوتے ہیں، یہ کیسے لیڈر ہیں؟ مجھے سمجھ نہیں آتی۔

جناب سپیکر: آپ Business Advisory Committee کو کچھ نہ کہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! یہ زیادتی ہے۔ مجھے بتائیے کیا میرٹ اور کیا criteria ہے کہ اُس کو آدھ گھنٹہ دینا ہے اور اس کو پانچ منٹ دینے ہیں؟

جناب سپیکر: رانا صاحب! میں آپ کو پانچ منٹ اور دے دیتا ہوں۔ اس کے ساتھ ہاؤس کا وقت آدھ گھنٹہ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔ جی، رانا صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! White Paper کے صفحہ نمبر 35 میں عدالتوں کے اوپر جہاں پچھلے سال 6507 ملین روپے خرچ ہوئے اس دفعہ 8253 ملین روپے رکھے گئے ہیں۔ اسی طرح پولیس کے اوپر پچھلی دفعہ 51 ہزار ملین روپے اور اس دفعہ 52 ہزار ملین روپے رکھا گیا۔ اس پیسے کی بچت کی جا سکتی ہے اور یہی پیسا ترقیاتی کاموں پر خرچ کیا جا سکتا ہے اگر ہم اپنے سسٹم کے اندر تبدیلی لے آئیں۔ اس کے علاوہ دوسری چیز میں یہاں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اسمبلی supreme ہے، قانون سازی کا اختیار رکھتی ہے اور بجٹ پاس کرنے کا اختیار رکھتی ہے تو پھر ہر ادارے کو اسمبلی کے سامنے جوابدہ ہونا چاہئے۔ عدالتیں پیسا تو اس اسمبلی سے لیتی ہیں لیکن جب جوابدہی کا وقت آتا ہے تو وہ کہتی ہیں کہ ہم نے اس اسمبلی کی پی اے سی کے سامنے پیش نہیں ہونا تو یہ کہاں کی روایت ہے؟ یہ صرف اس صوبے کے اندر ہو رہا ہے جبکہ باقی صوبوں میں ہائیکورٹ کے افسران باقاعدہ پی اے سی کے سامنے جوابدہ ہیں کیونکہ وہ پیسا اسمبلی کے ذریعے لیتے ہیں۔ اس بات کو یقینی بنایا جائے کہ جو بھی محکمہ یا شعبہ ہو جب وہ پیسا اسمبلی سے منظور کراتے ہیں تو اس کے خرچ کی جوابدہی بھی اس اسمبلی یا اس اسمبلی کے organs کو ہونی چاہئے۔ یہ بہت serious handicap ہے جس کو وزیر خزانہ ضرور دیکھیں گے۔

جناب سپیکر! ہمارے ملک میں لاکھوں کی تعداد میں drug addicts ہیں اور آج تک ان کے متعلق کوئی بھی جامع سکیم تیار نہیں کی گئی۔ اس کے ساتھ ہم ہیپاٹائٹس بی یا سی کے مریضوں کو ملا دیں تو کروڑوں کی تعداد میں یہ لوگ ہیں جن کے متعلق کوئی جامع سکیم تیار نہیں کی گئی۔ یہ کروڑوں لوگ معاشرے پر بوجھ ہیں، اپنے اپنے خاندان پر بوجھ ہیں اور معاشرے اور خاندان کو خط غربت سے نیچے کی طرف لے جا رہے ہیں۔ میں بڑے دکھ سے بتاتا ہوں کہ میں نے اپنے حلقہ میں ایک مہم چلائی تو ایک گاؤں کے اندر چھ ہزار لوگوں میں سے دس سے بیس سال کی عمر کے تین سو سے زائد بچوں میں ہیپاٹائٹس کے مریض ہیں، بیس سے چالیس سال کی عمر کے چھ سو نوجوان اس مرض میں مبتلا ہیں۔ یہ ہماری work force ہے اور یہ کام کرنے والے لوگ ہیں انھوں نے اپنے خاندانوں کے لئے کمانا تھا، انھوں نے پنجاب کی معیشت کے اندر اپنا حصہ ڈالنا تھا لیکن اب وہ چارپائی پر پڑے گھر اور معاشرے پر بوجھ ہیں۔ اس بجٹ کے اندر ان کے متعلق کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ میں تو یہ کہتا ہوں کہ پچھلی حکومتوں نے اور نہ موجودہ حکومت نے ان کے متعلق سوچا ہے اس لئے میری گزارش ہے کہ drug addicts اور ہیپاٹائٹس کے مریضوں کو ضرور look after کریں اور ان کو معاشرے کے دھارے میں لائیے۔

جناب سپیکر! صحت کے شعبہ میں ٹھیک ہے کہ رقم بڑھائی گئی ہے لیکن tertiary cut کے اندر بڑھائی گئی ہے اور پرائمری اور سکینڈری کو ignore کیا گیا ہے جبکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پرائمری اور سکینڈری ہیلتھ کو اہمیت دی جائے تاکہ tertiary health پر بوجھ کم ہو، مجھے میرے تحصیل ہیڈکوارٹر ہسپتال اور RHC میں وہ علاج ملے جو میں tertiary hospitals میں لیتا ہوں تو مجھے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے؟ لیکن وہاں پر علاج کی سہولتیں موجود نہیں ہیں۔ ہم tertiary cure کو strengthen کر رہے ہیں اور ان پر بوجھ بڑھا رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی بھی tertiary hospital میں چلے جائیں تو وہ ہسپتال کم اور پاگل خانہ زیادہ لگتا ہے کیونکہ ڈاکٹر بھی وہاں پر بھاگے دوڑے پھر رہے ہیں، مریض بھی پریشان پھر رہے ہیں اور پیرا میڈیکل سٹاف بھی پھر رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہر آدمی اسی طرف بھاگتا ہے کہ وہاں سہولتیں موجود ہیں۔

جناب سپیکر! میں نے بجٹ میں دیکھا ہے کہ بہت اچھی چیز ہے جس پر میں بجٹ بنانے کی ٹیم کو مبارکباد دوں گا کہ انھوں نے کچھ محکموں کے outcome table بنا دیئے ہیں کہ اگر پیسا دیا گیا ہے تو وہ محکمہ اس سے کیا کرنا چاہتا ہے اور ان کے target بھی fix کر دیئے گئے ہیں لیکن یہ چیز تمام محکموں کے لئے ہونی چاہئے۔ اس کے بعد اس محکمے کے افسران کی کارکردگی ان targets کی achievement پر ہونی چاہئے کہ انھوں نے اس رقم کے against کیا achieve targets کئے ہیں۔ اگر ایسا تمام محکموں کے لئے ہو جائے تو میرے خیال میں بہت اچھے نتائج مل سکتے ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ ان outcome کے اندر اس محکمے کی سٹینڈنگ کمیٹی کو involve کرنا چاہئے کہ وہ quarterly اس کو monitor اور evaluate کرے تاکہ اگر محکمہ اپنے targets سے پیچھے رہ رہا ہے تو ان کو مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی رفتار کو تیز کرے اور اگر وہ فالتو خرچ کر رہا ہے تو پھر بھی ان کی involvement ہونی چاہئے۔ محکمے اسمبلی کو صرف ایک rubber stamp نہ بنائیں جس طرح ضمنی بجٹ کی صورت میں بنایا جاتا ہے کہ اب تو ہم نے خرچ کر لیا ہے، اب تو آپ اس پر انگوٹھا ضرور لگائیں گے۔ ہم بھی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے اس لئے منظوری دے دیں۔ اگر سٹینڈنگ کمیٹیاں اس میں involve ہوں گی تو پھر یہ چیز نہیں ہو گی اور اسمبلی جس کی آج کوئی وقعت نہیں ہے، جس کی آج کوئی اتھارٹی نہیں ہے اس کی اتھارٹی اور وقعت کو establish کیا جائے گا۔

جناب سپیکر! ہمارا المیہ یہ ہے کہ جو ادارے ہمیں پیسے دیتے ہیں ہم ان کو نظر انداز کرتے ہیں اور جو ادارے زیادہ خرچ کرتے ہیں، جہاں پیسا ضائع ہوتا ہے ہم انھیں اہمیت دیتے ہیں۔ میں سیاحت

ڈیپارٹمنٹ اورHuman Resource Development کی بات کرتا ہوں۔یہ دو ادارے ہیں جنھوں نے مستقبل کے اندر ہماری معیشت کو سنبھالنا ہے کیونکہ چند دہائیوں کے بعد ایک وقت آئے گا کہ ہمارے پاس برآمد کرنے کے لئے کوئی چیز نہیں ہو گی، ٹیکسٹائل تقریباً ختم ہوتی جارہی ہے جس پر ہمارا انحصار تھا۔ ہماری اپنی پالیسیوں کی وجہ سے زراعت تقریباً ختم ہوتی جارہی ہے۔اب یہ دو ادارے سیاحت ڈیپارٹمنٹ اورHuman Resource Development ہیں جو ہماری معیشت کو سنبھالیں گے۔ ہمارے پاس خصوصی طور پرreligious tourism میں بہت اچھا موقع ہے۔آپ دیکھیں کہ سعودی عرب میں حج کا فریضہ ایک دن کا ہے لیکن انھوں نے سال کے 365 دن ایسےrotate کر کے ایسی سکیمیں تیار کی ہیں کہ ان کا پورے کا پورا بجٹ حج اور عمرہ کرنے والوں سے نکلتا ہے۔ ہمارے ہاں بھی سکھ مذہب، ہندو مذہب اور بدھ مت مذہب کے ایسے ایسے مراکز ہیں کہ جہاں پر اگر ہم سہولیات مہیا کریں تو ہمارا بجٹ بھی انہی جگہوں سے نکل سکتا ہے۔ اس کے لئے ہمیں اپنےreligious tourism کو enhance کرنے اور ترقی دینے کی ضرورت ہے بلکہwar footing پر ضرورت ہے۔میاں محمد شہباز شریف صاحب کا ایک بہت ہی اچھاvision تھا کہ انھوں نےreligious tourism پر ایک کمیٹی بنائی تھی، اس کمیٹی نے پوری رپورٹ دی تھی لیکن میرے خیال میں وہ رپورٹ غالباً دفتروں کی دھول میں چھُپ گئی ہے اور اُس رپورٹ سے اربوں روپے کی آمدن ہو سکتی ہے۔ وہ رپورٹ پتا نہیں کہاں گئی مگر شاید ہمارے بابو حضرات نہیں چاہتے تھے کہ ہمیں کام کرنا پڑے اس لئے کام نہ کرنے کی وجہ سے وہ میزوں اور الماریوں میں چھُپ گئی۔

جناب سپیکر: میجر صاحب! پلیزwind up کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میرا ابھی آدھا گھنٹہ نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: نہیں، آدھے گھنٹے سے بھی اوپر ہو گیا ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میرا آدھا گھنٹہ ہے۔آپ مجھے ثابت کر کے دیں کہ کیا criteria ہے، میں اُسcriteria پر اور امتحان میں پورا کیوں نہیں اترتا جو آدھا گھنٹہ لیتے ہیں؟

جناب سپیکر: یہ بات آپ اپنی پارٹی سے پوچھیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں سیاسی تقریر نہیں کر رہا۔ اگر میں to the point نہیں ہوں تو مجھے بتا دیں میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔ میں ہاؤس کو تجاویز دے رہا ہوں لیکن سیاسی تقریریں کرنے والے تو آدھا آدھا گھنٹہ لے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: میجر صاحب! میری ایک بات سُن لیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! سب کے لئے ایک اصول بنائیے کیونکہ ایڈوائزری کمیٹی کے آپ Head ہیں۔

جناب سپیکر: اصول کو اپنا رہے ہیں۔ ہم کوئی بے اصولے نہیں چل رہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں یہ نہیں کہہ رہا اور میرے منہ میں خاک کہ میں آپ کو کہوں کہ آپ بے اصولے چل رہے ہیں لیکن آپ ایڈوائزری کمیٹی کے Head ہیں، وہاں پر آپ غلط فیصلے کیوں ہونے دیتے ہیں؟

جناب سپیکر: جی نہیں۔ وہاں consensus سے فیصلے ہوئے ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: وہاں consensus سے فیصلے نہیں ہوئے۔

جناب سپیکر: نہیں، اگر آپ نہیں مانتے تو پھر میں ہاؤس adjourn کر دیتا ہوں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! معاشرہ کہتا ہے کہ میں نے خودکشی کرنی ہے، consensus ہو گیا تو آپ مجھے اجازت دے دیں گے؟

جناب سپیکر: میجر ذوالفقار صاحب! آپ کیوں نہیں کہتے کہ آپ ایڈوائزری کمیٹی میں موجود تھے؟ آپ میجر صاحب کو بتائیں۔ یہ کوئی طریق کار نہیں ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! اگر چند لوگ اکٹھے ہو کر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے خودکشی کرنی ہے تو ہم اُس خودکشی کے لئے تیار نہیں ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، ایسی بات نہ کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ ایسا کریں کہ میرے 35 منٹ میں سے اِن کو 10 منٹ اور دے دیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کے 35 منٹ نہیں ہیں۔ ایسے ہی وقت ضائع مت کریں۔ میجر ذوالفقار صاحب! آپ انہیں بتائیں کہ کیا decide ہوا تھا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! اگر یہ کوئی بے اصولی بات کریں گے تو میں اُس سے بھی بغاوت کروں گا۔

جناب سپیکر: میجر صاحب! ایسے نہ کریں اور مہربانی کر کے اس کو wind up کریں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! چلیں، صرف پانچ منٹ اور دے دیں۔

جناب سپیکر: بڑے افسوس کی بات ہے کہ آپ کسی کمیٹی کو بھی نہیں مانتے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! آپ حکم کریں میں مانتا ہوں لیکن مجھے سمجھا تو دیں۔ میں محکمہ صحت اور محکمہ تعلیم کی بات کر رہا تھا کہ اِن کا volume اتنا زیادہ بڑھ گیا ہے کہ اِن کے اندر decentralization ضروری ہے کیونکہ ان دونوں محکموں کے اندر کنٹرول mismanagement کی طرف جا رہا ہے اور ultimately ایک confusion پیدا ہو رہا ہے۔۔۔ معزز ممبر مجھے disturb کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! معزز ممبر ہیں اُن سے آرام سے بات کریں اور اِدھر آ کر بیٹھ جائیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کیا میں معزز ممبر نہیں ہوں؟

جناب سپیکر: جی، میجر صاحب!

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں نے تو صرف یہی کہا تھا کہ یہ مجھے disturb کر رہے ہیں بہر حال اِن کی بہت مہربانی کہ وہ یہاں سے اُٹھ کر چلے گئے ہیں اور منسٹر کی سیٹ پر بیٹھ گئے ہیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہم نے White Paper کے اندر بجٹ تقریر میں 20 ہزار روپے بلاسود قرضوں کا ذکر کیا جو غریبوں کے لئے اچھی سکیم ہے لیکن مجھے کوئی estimate بنا دیں کہ وہ اِن 20 ہزار روپوں سے کیا کر سکتے ہیں؟ میری یہ تجویز ہے کہ اِس رقم کو بڑھایا جائے تاکہ کم از کم ایک غریب آدمی ریڑھی لگا سکے بلکہ میں آپ کو ریڑھی کا estimate بتاؤں تو ریڑھی بھی 15 سے 20 ہزار کی cost میں پڑتی ہے اور اُس پر اگر پھل وغیرہ لگانا ہو تو کم از کم 10 ہزار روپے چاہیئں اس لئے 20 کی بجائے کم از کم 50 ہزار روپے کیا جائے۔

جناب سپیکر!اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ لاہور کے اندر کئی ایسی عمارات ہیں جو باہر شفٹ ہو جائیں تو میرا نہیں خیال کہ کوئی نقصان ہو گا۔ میں چند ایک عمارات کے نام جیسے گورنر ہاؤس، سٹیٹ گیسٹ ہاؤس، سی ایس ایس کی اکیڈمی اور نیپا کے نام لیتا ہوں۔ بتائیں کہ ان جگہوں پر کون سے لوگ پیدل یا بسوں پر آتے ہیں؟ اگر یہ شہر سے 10 میل دُور بھی چلی جائیں تو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ان جگہوں پر آپ وہ دفاتر بنائیں جو پورے لاہور میں کرائے کی کوٹھیوں پر پھیلے ہوئے ہیں اور ان کوٹھیوں کا اربوں روپے کرایہ جارہا ہے۔اگر وہ دفاتر مال روڈ پر point out کی گئی جگہوں پر آ جائیں تو اربوں روپے کی بچت ہوتی ہے اور اُس پیسے سے ترقیاتی کام ہو سکتے ہیں۔اس کے علاوہ GOR State کے اندر کوٹھیوں کے سائز کو کم کیا جائے۔اگر افسروں کو accommodation چاہئے تو انہی کوٹھیوں کے اندر مزید accommodation بنائیں کیونکہ وہاں پر اتنی بڑی کوٹھیاں ہیں کہ آپ کو مزید گھر بنانے کے لئے کسی اور جگہ کی ضرورت نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر: میجر صاحب!آپ اچھے اچھے راستے دکھا رہے ہیں۔ دیکھ لیں،آپ کی مرضی ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! مجھے پتا ہے کہ مجھے GOR State میں گھر نہیں ملنا اس لئے میں نے آپ کو تجویز دے دی ہے۔ بات یہ ہے کہ آج ہمیں پیسے کی ضرورت ہے اور آج ہم نے اپنے پاؤں پر کھڑے ہونا ہے لیکن صرف پاؤں پر کھڑے ہونے کا نعرہ لگا کر نہیں بلکہ آپ کو وہ مواقع پیدا کرنے پڑیں گے جن سے آپ کے پاس پیسا آئے۔ میں اب اپنے حلقے کی طرف آتا ہوں۔ میری حکومت سے گزارش ہے کہ جڑانوالا میں تحصیل ہیڈ کوارٹر کو ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال بنانے کے لئے تین directives جاری ہوئے تھے لیکن ہماری بیوروکریسی نے تینوں directives ہوا میں اُڑا دیئے ہیں اور اُن پر آج تک عمل نہیں ہوا۔اگر عمل نہیں ہونا تو پھر میری request ہے کہ directives جاری نہ کئے جائیں کیونکہ اگر directives جاری ہوتے ہیں تو اُن پر عمل بھی ہونا چاہئے۔ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال اور ٹراما سنٹر کے تین دفعہ وزیراعلیٰ صاحب کی طرف سے directives جاری ہوئے لیکن تینوں دفعہ عملدرآمد نہیں ہوا۔

جناب سپیکر!اس کے علاوہ فیصل آباد میں رنگ روڈ، سید والا پُل اور اوکاڑہ فیصل آباد روڈ بہت دیر سے pending چلے آ رہے ہیں۔ میری آخری گزارش یہ ہے کہ ڈویلپمنٹ کے بجٹ میں discrimination نہیں ہونی چاہئے۔آپ مجھے بجٹ نہ دیں، میں کسی سے نہیں مانگوں گا لیکن میرے حلقے کے اندر (ن) لیگ کے ووٹر، سپورٹر اور خیر خواہ ہیں جو انہیں چاہتے ہیں آپ کم از کم اُن کو تو

ڈویلپمنٹ بجٹ سے محروم نہ کیجئے۔ یہ ڈویلپمنٹ بجٹ میری جیب سے نہیں جارہا بلکہ یہ عوام کے ٹیکسوں سے آرہا ہے اور وہ لوگ جن کو آپ ڈویلپمنٹ بجٹ سے محروم کرتے ہیں وہ لوگ بھی اُس ٹیکس کے حصہ دار ہیں۔ آج اگر اُن میں سے ایک آدمی بھی کورٹ میں چلا جائے کہ فلاں جیتے ایم پی اے کے حلقے میں اربوں روپے لگ گئے ہیں لیکن میرے حلقے میں کیوں نہیں لگے تو میرے خیال میں حکومت کے پاس کوئی جواب نہیں ہوگا اس لئے میں حکومت کو شرمندگی سے بچانے کے لئے suggestion دے رہا ہوں کہ اس discrimination کو ختم کریں۔

جناب سپیکر: جی، یہ آپ کی اچھی suggestion ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! یہ تجویز ہر ایک کے لئے ہے۔ یہ صرف (ن) لیگ کے لئے نہیں بلکہ تمام پارٹیوں کے لئے ہے۔

جناب سپیکر: میجر صاحب! آپ کا بہت شکریہ۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: اب آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! ایک چھوٹی سی request کرنی ہے۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! request یہ ہے کہ ابھی ہم ایک ٹائم رکھ لیتے ہیں کیونکہ بعض اوقات یہ ہوتا ہے کہ ٹائم کا پتا نہیں چلتا۔ ابھی حکومتی بنچوں سے تین سپیکر آئے ہیں جنہوں نے بڑی لمبی لمبی تقریریں کی ہیں۔

جناب سپیکر: آپ ٹائم خود دیکھ لیں کہ 15 منٹ میں یہ ختم ہو جائے گا؟

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! میری request یہ ہے کہ دو تین گھنٹے ٹائم بڑھا دیا جائے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں ابھی دو ممبر بول سکیں گے۔

میجر (ریٹائرڈ) ذوالفقار علی گوندل: ہم سب دوستوں کا ایک ٹائم رکھیں گے۔

جناب سپیکر: کل کے لئے بڑھا دیں گے۔

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! آج دو گھنٹے کے لئے ٹائم بڑھا دیا جائے۔

جناب سپیکر: نہیں، آج نہیں بڑھے گا۔

میجر (ریٹائرڈ)ذوالفقار علی گوندل: جناب سپیکر! یہ لوگ ناراض ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: ناراض نہیں ہوں گے۔ جی، آصف منظور موہل صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر آ گئے ہیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میری ابھی بات ختم نہیں ہوئی۔ میری آخری بات کے بعد یہ پوائنٹ آف آرڈر کر لیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ان کی فوج نہیں ختم ہونی اور ہمیں موقع نہیں ملنا۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں صرف ایک منٹ لوں گا۔ میں نے یہاں پر دیکھا ہے کہ سکیموں کے اندر بلا جواز تنقید یا تعریف ہوتی ہے۔ باقی سکیموں کا چونکہ ہمیں detail کا پتا نہیں ہوتا لیکن میں دانش سکول کے متعلق ضرور بات کرنا چاہوں گا کہ یہ ایک اچھی سکیم ہے۔ اگر conceptually اُس کو دیکھا جائے تو اس سے بہتر سکیم کوئی نہیں آ سکتی کیونکہ اس کے far reaching effects ہیں۔ آج کے terrorist کے زمانے میں اس کی بہت زیادہ ضرورت تھی اور ہونی چاہئے لیکن میرا اس پر صرف ایک اعتراض ہے کہ یہ دانش سکول 17 اضلاع میں نہیں بلکہ 36 اضلاع میں آنا چاہئے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس پر خرچ بہت زیادہ ہے میں انہیں بتاتا ہوں کہ کیڈٹ سکول اور ڈی پی ایس پر اس سے زیادہ خرچ آتا ہے۔ یہ اخراجات کی بات نہیں ہے اس سے مت گھبرائیے۔ یہ سکیم visionary ہے اور conceptually بہت اچھی ہے لہذا یہ سکیم میرے ضلع سمیت 36 اضلاع میں آنی چاہئے۔ بہت شکریہ۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ آصف منظور موہل صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! مجھے کچھ بات کرنے دیں اور آگے بڑھنے دیں کیونکہ ٹائم بہت کم ہے۔ بہر حال فرمائیں!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! باہر ایک جلوس آیا تھا اور لوگ احتجاج کر رہے تھے۔

MR. SPEAKER: Order please, Order please.

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ملک ندیم کامران صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی باہر گئی تھی، میں بھی تھا، راحیلہ خادم حسین صاحبہ اور آمنہ بُٹر صاحبہ بھی تھیں۔ تھانہ فیروز والا ضلع شیخوپورہ میں ایک گنجان آباد علاقے میں ایک کیمیکل فیکٹری میں کام ہو رہا تھا جس میں حادثہ پیش آیا۔ اُس کے پڑوس میں رہنے والے یہاں Speaker Box میں موجود ہیں۔ اس بچے کی والدہ کی death ہوئی جن کا گھر اُس کیمیکل فیکٹری کے بالکل ساتھ تھا۔ ایک اور آدمی بھی موجود ہے جس کے دو بچے بیٹا اور بیٹی اُس واقعہ میں ہلاک ہو گئے۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ یہ حادثہ پیش آیا لیکن پولیس نے کارروائی یہ کی ہے کہ انہوں نے پرچہ زیر دفعہ 322 درج کیا ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ ایک گنجان آباد علاقے کے اندر انہیں کس آدمی نے این او سی جاری کیا کیونکہ اگر کوئی بھی کیمیکل یا بارود فیکٹری لگتی ہے تو وہ آبادی میں نہیں لگ سکتی۔ اس فیکٹری کو کس نے این او سی جاری کیا اگر ان کے پاس این او سی نہیں تھا تو پولیس نے 322 میں پرچہ درج کیوں کیا؟ اگر پولیس والے کو کوئی تھپڑ مار دے تو ATA-7 دہشت گردی کا پرچہ درج ہوتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ اسے ایک طریق کار کے مطابق لائیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ ساری بات ہو چکی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ جب ہم انہیں باہر سے لے کر آئے تو لاء منسٹر صاحب نے ڈی پی او شیخوپورہ سے بات کی جو کل ان کے پاس جائیں گے۔ میری اس ایوان میں یہ گزارش ہے کہ ہماری Law Enforcement Agencies عوامی نمائندوں اور اسمبلیوں کی مداخلت پر ہی کیوں کارروائی کرتی ہیں؟ اگر انہوں نے یہ کارروائی صحیح نہیں کی تو اس پر انہیں سزا ہونی چاہئے۔ صرف یہ نہیں ہے کہ وہ اس کی دفعات کو درست کر کے اس کا چالان submit کر دیں، انہوں نے فیکٹری مالک کو پکڑا، اس سے کوئی تفتیش نہیں کی بلکہ اسے آناً فاناً جوڈیشل ریمانڈ پر جیل بھجوا دیا۔ ان کی compensation کے لئے آج تک کوئی case move نہیں ہوا۔ جب ہم باہر گئے تھے تو یہ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے ہمیں لپٹ لپٹ کر رو رو کر پوچھ رہے تھے کہ میری ماں کہاں ہے، میری ماں کہاں ہے؟

جناب سپیکر! جب ہم انہیں لینے جا رہے تھے تو ایک اور جلوس بھی وہاں آ رہا تھا تو ایسی کیا آفت آ گئی ہے کہ ہمیں اپنے گریبانوں میں جھانک کر دیکھنا چاہئے، کون سی کوتاہیاں ہم میں موجود ہیں جن کی

وجہ سے اسمبلیوں کے باہر لوگ احتجاج کر رہے ہیں اور کیوں ہر کام میں وزیر قانون یا وزیر اعلیٰ کو مداخلت کرنی پڑتی ہے؟ آج بھی رانا ثناء اللہ صاحب نے بڑی مہربانی کر کے فوراً action لیتے ہوئے کارروائی کے احکامات جاری کئے ہیں لیکن میرا مطالبہ ہے کہ جن پولیس اہلکاروں نے صحیح پرچہ درج نہیں کیا ان کے خلاف کارروائی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! انہوں نے آپ کی بات سن لی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں انہیں نہیں بلکہ آپ کو سنا رہا ہوں۔ آپ اس پر ruling دیتے تو اس معصوم بچے کے آنسو پونچھے جا سکتے تھے۔

جناب سپیکر: اس طرح سے تو کارروائی نہیں ہو سکتی کیونکہ جب تک محکمہ کی طرف سے جواب نہیں آ جاتا۔

سید حسن مرتضیٰ: کارروائی ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر: Cannot be condemned unheard کسی کو unheard آپ condemn نہیں کر سکتے اور لاء منسٹر صاحب بیٹھے ہیں وہ اس پر اپنا مؤقف دیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ان کا مؤقف آ گیا ہے کیونکہ ان کا مؤقف تو میں نے ہی دے دیا، انہوں نے کیا دینا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ملک ندیم کامران صاحب، سید حسن مرتضیٰ صاحب اور باقی معزز ممبران جن کی آپ نے ذمہ داری لگائی تھی باہر گئے اور متاثرہ خاندان کے افراد کو لے کر اسمبلی چیمبر میں آئے۔ ان کی ایف آئی آر میں نے دیکھی ہے اور ان کی بات بھی سنی ہے۔ میں نے ڈی پی او شیخوپورہ سے کہا ہے کہ کل شام چار بجے site visit کریں اور ایف آئی آر میں لگائی گئی دفعات سے متعلق ڈسٹرکٹ پراسیکیوٹر سے opinion لیں کہ کیا یہ دفعات درست ہیں کیونکہ prima-facie میں نے جو دیکھا ہے تو اس کے مطابق میں سمجھتا ہوں کہ وہ دفعات درست طور پر نہیں لگائی گئیں۔ بہر حال اس کا ایک طریق کار ہے جس کے مطابق ڈسٹرکٹ پراسیکیوٹر سے opinion لے کر اس میں دفعات میں تبدیلی اور کچھ دفعات کا اضافہ ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ فیکٹری کے مالک کی گرفتاری نہیں ہو سکی باقی کچھ ملزم گرفتار ہیں تو ڈی پی او سے کہا گیا ہے کہ مرکزی ملزم کو بھی فوری طور پر گرفتار کیا جائے۔ دوسرا یہ کہ ساتھ ہی انکوائری کی جائے کہ یہ فیکٹری بغیر لائسنس اور بغیر اجازت نامے

کے رہائشی علاقے میں کیونکر چل رہی تھی اور اس میں کون کون سے محکموں اور لوگوں کا قصور ہے کہ انہوں نے اس چیز کو چیک نہیں کیا؟ یہ ساری بات ہو گئی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ دو دن تک اس بارے میں رپورٹ آجائے گی جسے معزز ایوان کے سامنے پیش کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: شکریہ، جی۔آصف منظور موہل صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت (جناب آصف منظور موہل): بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سب سے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب میاں محمد شہباز شریف اور وزیر خزانہ پنجاب جناب کامران مائیکل صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ان کا شکر گزار بھی ہوں کہ انہوں نے پنجاب کا جو بجٹ پیش کیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کو پتا ہے کہ آپ کے پاس سات منٹ ہیں اور اس سے زیادہ وقت نہیں ملے گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت (جناب آصف منظور موہل): جناب سپیکر! میں کوشش کروں گا کہ اتنے وقت میں مکمل کر لوں۔

جناب سپیکر: جی، کوشش نہیں کریں گے کیونکہ میں وقت نہیں بڑھاؤں گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت (جناب آصف منظور موہل): جناب سپیکر! اگر آپ کوشش کر کے 15 منٹ بڑھا دیں تو مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ میں 15 منٹ نہیں بڑھاؤں گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت (جناب آصف منظور موہل): جناب سپیکر! میں انہیں ایک balanced بجٹ پیش کرنے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ چونکہ وقت بہت مختصر آ گیا تو میں صرف چند ایک points پر بات کروں گا کہ جنوبی پنجاب کو focus کرتے ہوئے اپنے بھائیوں کی تصحیح بھی کروں گا۔ جنوبی پنجاب کو یہاں پر focus اس لئے کیا جاتا ہے کہ اس پر ایک صوبہ الگ بنا دیا جائے۔ وہاں اس خطے کو ایک ایسا کھنڈر نما بنا کر پیش کیا جاتا ہے جس کا یہاں کوئی positive role نظر نہ آئے لیکن اگر آپ اس بجٹ کو دیکھیں، پچھلے سال کے بجٹ کو دیکھیں اور ہماری حکومت کے تین سالہ tenure کو دیکھیں تو اس میں مختصراً اگر تجزیہ کریں تو 06-2005 میں 11.79 بلین روپے تھا، 07-2006 میں 17.76 بلین روپے تھا جو صرف اور صرف جنوبی پنجاب کے لئے رکھا گیا تھا جبکہ ہمارے اس tenure کے

اندر09-2008 میں 25.70 بلین روپے تھا، 10-2009 میں 41.88 بلین روپے، اس کے بعد 11-2010 میں52.82 بلین روپے جبکہ 12-2011 کے لئے70 بلین روپے رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر! جنوبی پنجاب کی حق تلفی کہاں کی گئی؟ اگر آپ جنوبی پنجاب کی بات کریں تو صحت اور تعلیم چونکہ انسان کا بنیادی حق ہے اور صحت کے حوالے سے میں یہاں تھوڑی سی گزارش کروں گا کہ بہاولپور میں 400 بستروں کا ہسپتال بنایا گیا تو کیا بہاولپور جنوبی پنجاب کا حصہ نہیں ہے، اسی طرح رحیم یار خان کے شیخ زید میڈیکل کالج کی بلڈنگ کی توسیع کی گئی تو کیا رحیم یار خان جنوبی پنجاب کا حصہ نہیں ہے؟ ملتان اور بہاولپور میں کڈنی سنٹرز کا قیام ہوا، برن سنٹرز کا قیام ہوا اور اس کے علاوہ اگر آپ دیکھیں تو اس وقت ڈی جی خان میں بھی میڈیکل کالج کی منظوری دی گئی تھی جہاں پر بلڈنگ کا ایک حصہ بالکل تیار ہو چکا ہے اور اس ایوان کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ وہاں پر کلاسز کا بھی اجراء ہو چکا ہے۔

جناب سپیکر: ایوان کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے زراعت (جناب آصف منظور موہل): مہربانی۔ جناب سپیکر! ملتان کے اندر بھی ایک برن یونٹ قائم کیا گیا اور اس کے علاوہ ٹراما سنٹر بھی قائم کیا گیا۔ یہ ملتان، ڈی جی خان، رحیم یار خان اور بہاولپور کہاں کے خطے ہیں؟ یہ جنوبی پنجاب کا حصہ ہیں اور اس سے بڑھ کر میں میاں محمد شہباز شریف صاحب کا پورے جنوبی پنجاب کے غریب لوگوں کی طرف سے اس بات پر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ اس وقت آج جب میں یہاں پر تقریر کر رہا ہوں تو چھ موبائل یونٹس جنوبی پنجاب کے غریب عوام کے علاج معالجے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ جس پر تین سو سے چار سو مریض روزانہ دیکھے جاتے ہیں۔ جنوبی پنجاب کی طرف وزیراعلیٰ پنجاب کی توجہ ہے یا نہیں، یہ بالکل آپ کے سامنے واضح ہے۔

جناب والا! اگر ہم تعلیم کے میدان میں دیکھیں تو پنجاب انڈوومنٹ فنڈ کے ذریعے وہ بچہ جس کا تعلق جنوبی پنجاب سے تھا وہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ ایچی سن کالج یا صادق پبلک سکول میں جا سکوں گا۔ میں بڑے وثوق کے ساتھ یہ بات ایوان کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت انڈوومنٹ فنڈ کے ذریعے جو ہمارا حصہ ہے اس کا تقریباً 15 سے 20 فیصد جنوبی پنجاب کے غریب بچے جو afford نہیں کر سکتے وہ ایچی سن کالج اور صادق پبلک سکول میں اعلیٰ تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہ ایک vision ہے اور تعلیم کا ایک میدان ہے۔ اس سے ہٹ کر آپ دیکھیں کہ اَپر پنجاب اور سنٹرل پنجاب کے بچوں کو اہمیت دی جاتی تھی، ان کے آپس میں competition کروائے جاتے تھے اور ان کے تقاریری مقابلے

کروائے جاتے تھے مگر جنوبی پنجاب کو ignore کیا جاتا تھا۔ اس حکومت نے یہاں پر کروڑوں روپیہ صرف ان بچوں کو انعام کے طور پر دیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی جن کا تعلق صرف اور صرف جنوبی پنجاب سے تھا۔ میں بڑے فخر سے بات کرنا چاہوں گا اپنے قائد میاں محمد شہباز شریف کے اس انعام اور تحفے کی جو انہوں نے جنوبی پنجاب کے بچوں کو دانش سکول کی شکل میں دیا۔ یہاں پر بہت واویلا کیا گیا، یہاں بہت سارے قصے کہانیاں سنائی گئیں کہ دانش سکول پر غلط پیسا استعمال کیا گیا ہے اور وہاں پر بچوں کا معیار نہیں ہے۔ اگر وہاں پر یتیم بچے کو اچھا ماحول دیا جارہا ہے، ایک غریب کو اچھی تعلیم دی جارہی ہے تو اس کی یتیمی اور اس کی غربت کا مذاق یہاں پر کون اڑا رہا ہے؟ میں بڑے افسوس سے کہوں گا کہ یہاں پر اپوزیشن کے ممبران نے بڑے جوش دار طریقوں سے دانش سکول کو interrupt کیا ہے۔ میں چیلنج سے کہتا ہوں کہ اپوزیشن کے چند دوست میرے حلقے میں بنے ہوئے چشتیاں سکول کو جاکر دیکھیں، آپ یقین کریں کہ آپ کو جاکر اس بات کا احساس ہوگا کہ ایک بچے نے تعلیم کے میدان میں ایک عام سکول سے اٹھ کر جب دانش سکول میں داخلہ لیا اور وہ ایک یتیم بچہ تھا۔ اس کی اگر کہانی سنیں تو آپ کی آنکھوں میں آنسو آجائیں گے۔ آج اس بچے کی آپ mental approach دیکھیں اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس بچے کی mental approach ہم لوگوں سے بھی زیادہ ہے۔ یہ کہاں سے ہے؟ یہ دانش سکول کی وجہ سے ہے۔ دانش سکول آج اس چیز کی عکاسی کر رہا ہے جو ہمارے معاشرے میں، جس کو آج ہم تمام یک لخت جان ہو کر سوچ رہے ہیں یعنی کہ دہشت گردی، یہ کہاں سے ہمارے اندر داخل ہوئی ہے؟ یہ اس دہشت گردی کا توڑ ہے۔ جس طرح ابھی میجر صاحب نے کہا کہ اس کو 17 نہیں بلکہ 36 اضلاع میں ہونا چاہئے تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ میاں محمد شہباز شریف کی یہ سکیم پنجاب سے باہر نکل کر باقی صوبوں میں بھی جانی چاہئے، باقیوں کو بھی اس سے سبق سیکھنا چاہئے اور وہاں پر دانش سکول بنانے چاہئیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! چونکہ وقت کی بہت کمی آڑے آرہی ہے میں تھوڑا سا زراعت کے حوالے سے بھی بتادوں۔ یہاں پر یہ رونا رویا جارہا ہے کہ زراعت پر کچھ نہیں ہوا۔ اس بجٹ میں 19۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے۔ اس 19۔ارب روپے سے land levelling جسے ہم laser levelling کہتے ہیں، اس کا کام کیا جائے گا، اس رقم سے drip irrigation کا کام لیا جائے گا اور اس کے علاوہ پنجاب میں پختہ کھالے بنائے جائیں گے۔ اس کے علاوہ اگر ریسرچ کی طرف آئیں تو اس طرف بھی وزیر اعلیٰ صاحب کی ٹھیک ٹھاک توجہ ہے۔ انہوں نے اس پر مہربانی فرماتے ہوئے ہمیں فنڈز عطاء کئے ہیں۔ اس کے علاوہ

زراعت کے حجم کو دیکھا جائے تو وہ بہت بڑا ہے۔ پورے پاکستان کا دارومدار زراعت پر ہے۔ میں میاں محمد شہباز شریف صاحب کو اس بات کی بھی مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے پچھلے سال کسانوں کو ایک ٹارگٹ دیا تھا۔ انہوں نے گندم پر بھی انعامات رکھے تھے اور سبسڈی پر implements دیئے تھے۔ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جن سے زراعت کی ترقی کی ایک روایت قائم ہو رہی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ میں سمجھتا ہوں کہ اس سال بھی جنوبی پنجاب کے کسان کو اس کے حصے کے مطابق بلکہ اس سے بھی زیادہ دیا جائے گا۔

جناب والا! میں آخر میں اس کو بہت ہی مختصر کرتے ہوئے میاں محمد شہباز شریف صاحب کا جنوبی پنجاب کے لوگوں کے ساتھ پیار محبت دیکھتے ہوئے اس بات کے ثبوت کے ساتھ کہ آج تک کوئی بھی حکمران وزیراعلیٰ، وزیراعظم یا صدر جنوبی پنجاب میں اتنے دورے نہیں کر سکا جتنے میرے قائد نے کئے۔ سیلاب کے دن ہوں، رمضان بازار ہو یا زراعت کا event ہو وہ وہاں پر پہنچے ہیں۔ میں اپنے ضلع کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ بہاولنگر پسماندہ ترین ضلع ہے اور وہاں پر بھی وزیراعلیٰ صاحب چھ دفعہ گئے ہیں۔ اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے؟ بہت شکریہ

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ اب اجلاس بروز جمعرات مورخہ 16۔جون 2011 صبح 10 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے۔ جو حضرات بجٹ بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں وہ اپنے نام لکھوا دیں۔